شیعہ نونہالوں کیلئے مستند نمازِ امامیہ بمطابقِ احکامِ ائمہ معصومینؑ

کشف الصلوٰۃ

مع عقائدِ مذہبِ شیعہ خیر البریّہ

سید باقر نثار زیدی

جملہ حقوق بحقِ مصنف محفوظ

نام کتاب	کشف الصلوٰۃ
مؤلف	سید باقر نثار زیدی
ناشر	سید باقر نثار زیدی
کمپوزنگ	سید ناصر عباس زیدی اور سید آفتاب حسین رضوی
پروف ریڈنگ	سید اسغر علی زیدی، گل حسن، عباس حیدر اور سید عرفان علی شاہ
ٹائٹل ڈیزائننگ	سید صفدر عباس زیدی
تعداد	۱۰۰۰
طبعِ اول	ستمبر ۲۰۰۶ء
ای میل ایڈریس	baqarnisar@hotmail.com
موبائل نمبر	0333-2120721

یہ کتاب اُن تمام بک اسٹالز پر دستیاب ہے جن کا پتہ ہماری کتاب "کشف الاحکام" میں درج کیا گیا ہے۔

آپ ہماری تمام کتابیں درج ذیل website پر بھی ملاحظہ کر سکتے ہیں

http://www.wilayat-e-ali.org

http://www.hubeali.com

ہدیہ

یہ کتاب ہدیہ کی جا رہی ہے خدمتِ اقدسِ جنابِ عونؑ اور جنابِ محمدؑ ابن عبداللہ ابن حضرتِ جعفرؑ طیار میں جنہوں نے نصرتِ امامؑ میں وہ تاریخ رقم کی جو رہتی دنیا تک ہمارے بچوں کیلئے مشعلِ راہ بنی رہے گی اور ان میں ایسا جوش و جذبہ پروان چڑھائے گی کہ جب ہمارے زمانے کے امامؑ ظہور فرمائیں گے اور ہمیں اپنی نصرت کیلئے بلائیں گے تو انشاءاللہ ہمارے بچے بھی نصرتِ امامؑ کی راہ میں بڑوں سے پیچھے نہیں رہیں گے۔

انتساب

اس کتاب کا انتساب اپنی پیاری بھانجی حنا علی کے نام
جس کو اس کتاب کا سب سے زیادہ انتظار ہے۔

کلمہ

اَشهَدُ اَن لّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحدَهٗ لاشَرِيکَ لَهٗ
وَ اَشهَدُ اَنَّ محمّداً عَبدُهٗ وَ رَسولُهٗ
وَاَشهَدُ اَنَّ امیرَ المومنینَ و امامَ المُتّقینَ علیاً
ولیُ اللّٰهِ وَصیُّ رسولِ اللّٰهِ وَ خلیفتُهٗ بِلافصل

ترجمہ:۔ میں گواہی دیتا/دیتی ہوں کہ **اللہ جلّ جلالہ** کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا اور بے مثل ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں۔

اور میں گواہی دیتا/دیتی ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔

اور میں گواہی دیتا/دیتی ہوں کہ مولا علیؑ مومنین کے سردار، متقین کے امام، اللہ کے ولی، رسولؐ اللہ کے وصی اور اُنؐ کے بلافصل خلیفہ ہیں۔

یا علیؑ مدد

ایک عمومی غلط فہمی کا ازالہ کرنا ضروری ہے تاکہ ہمارے بچے اعتراضات کی زد میں نہ آئیں۔ جب مومنین آپس میں ملتے ہیں تو کہتے ہیں "یا علیؑ مدد"۔ اور دوسرا جواب دیتا ہے "پیر مولا علیؑ مدد" منافقوں کے دل میں یہ بات کانٹے کی طرح کھٹکتی ہے اور وہ اعتراض کرتے ہیں کہ ہم نے سلام کرنے کا طریقہ بدل دیا ہے۔ ہمارے بچوں کو چاہیئے کہ اگر کوئی یہ اعتراض کرے تو وہ اس کو بتائیں کہ "السلامُ علیکم" اور "یا علیؑ مدد" الگ الگ چیزیں نہیں ہیں بلکہ ایک ہی چیز ہیں۔ یا یوں کہیئے کہ "یا علیؑ مدد" "السلامُ علیکم" کا آسان ترجمہ ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ لوگ ذرا چھپا کے بولتے ہیں اور ہم کھول کر بیان کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے انہیں تکلیف ہوتی ہے۔ یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ "سلام" اللہ کا نام ہے اور بہت سے مسلمان "یا سلامُ" کا ورد بھی کرتے ہیں۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالٰی کا اسم (یعنی نام) میرا مولا علیؑ ہے اس طرح "السلامُ علیکم" کا مطلب ہے کہ "تم پر علیؑ کا سایہ رہے یا تم علیؑ کی امان میں رہو" اور یہی مطلب "یا علیؑ مدد کا بھی ہے۔ لوگوں کو میرے مولاؑ کے نام سے دشمنی ہے اسی لئے "یا علیؑ مدد" انہیں برا لگتا ہے۔ انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ سلامتی اگر ملے گی تو علیؑ ہی کے ذریعے ملے گی جو عالمین کا مشکل کشا ہے۔

فہرستِ مضامین

عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
ہدیہ	۱	ولایت	۲۵
انتساب	۲	ولایت کیا ہے؟	۲۵
کلمہ	۳	اصل نادِ علیؑ	۲۸
یا علیؑ مدد	۴	توحید	۲۸
ہر گھر کی ضرورت	۸		
نماز	۱۰	شرک	۳۰
شیعہ مذہب کے حقیقی عقائد	۱۳		
شیعہ کون ہوتا ہے؟	۱۳	عدل	۳۲
شیعہ کی تعریف	۱۴	نبوت	۳۳
عقائد الشیعہ	۱۵	نبوت کا مفہوم	۳۳
اصولِ دین	۱۶	نباء کیا ہے؟	۳۴
فروعِ دین	۱۶	امامت	۳۶
محبت	۱۷	نبی اور امام میں فرق	۳۶
معرفت	۱۹	بارہویں امامؑ	۳۸
معرفت کی تعریف	۱۹	رجعت	۳۹
معرفت کی اہمیت	۲۰	عقیدۂ عصمت	۳۹
عزاداری	۲۲	خصوصیاتِ نبی و امام	۴۰
آدابِ عزاداری	۲۴	قیامت	۴۱

فہرستِ مضامین

عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
قبر میں سوال و جواب	۴۱	اذان و اقامت	۵۷
فشارِ قبر	۴۳	جہر اور اخفات (زور سے اور آہستہ نماز پڑھنا)	۵۸
برزخ	۴۳	نماز پڑھنے کی جگہ	۵۹
میزان اور صراط	۴۳	نمازی کا لباس	۶۰
شفاعت	۴۴	پیش نماز کے احکام	۶۱
احکام	۴۵		
اُولہر کی اقسام	۴۵	وہ چیزیں جن سے نماز ٹوٹ جاتی ہے	۶۱
نواہی کی اقسام	۴۵	وہ حالتیں جن میں نماز توڑ دینی چاہیے	۶۲
احکامِ طہارت	۴۶	نماز کی رکعات	۶۳
وضو کے احکام	۴۷	طریقہ نماز	۶۴
طریقہ وضو	۴۹	قیام	۶۴
وہ چیزیں جو وضو کو باطل کرتی ہیں	۵۰	تکبیرۃ الاحرام	۶۴
تیمم	۵۱	نیت	۶۵
تیمم کا طریقہ	۵۲	قنوت	۶۷
احکامِ نماز	۵۳		
واجباتِ نماز	۵۴	سجدہ	۶۸
اوقاتِ نماز	۵۴	قعود (بیٹھنا)	۷۰
قبلے کی طرف رخ	۵۶	تشہد	۷۰

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
سلام	۷۱		
نماز جمعہ و عیدین	۷۲		
تفہیم نماز	۷۳		
اذان و اقامت	۷۳		
کعبے کی طرف رخ کرنا	۷۴		
مکمل توجہ (خضوع و خشوع)	۷۵		
نیت	۷۵		
قیام	۷۶		
قراءت	۷۶		
رکوع	۷۷		
سجدہ	۷۷		

ہر گھر کی ضرورت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علیؑ مدد

آج تک میں اپنے بزرگوں، دوستوں، ذہنی بلوغت رکھنے والے جوانوں اور باشعور خواتین سے مخاطب ہوتا رہا ہوں جن کی ہمت افزائی نے ہمیشہ مجھے ایک تازہ توانائی اور نیا حوصلہ بخشا۔ یہ پہلا موقعہ ہے کہ میں اپنی قوم کے نونہالوں کے ذہنوں تک رسائی حاصل کر رہا ہوں۔ یہ کام بہت دشوار تھا لیکن میرے احباب نے مجھ پر اس سلسلے میں اتنا دباؤ ڈالا اور اپنی اس فرمائش پر اس قدر اصرار کیا کہ میرے لئے کوئی چارۂ کار باقی نہ رہا سوائے اس کے کہ ان کے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کردوں حالانکہ اس بات کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ بچوں کو صحیح عقائد کی تعلیم دینا، اس طرح کہ مکمل عقائد ان تک پہنچ بھی جائیں، ان کی سمجھ میں بھی آجائیں اور ان کے ذہنوں پر بوجھ بھی نہ پڑے، کس قدر مشکل کام ہے۔ لیکن میں نے اس مقدس ذات پر اعتماد اور توکل کیا ہے جو عالمین کا مشکل کشا ہے۔ میرا اصل مقصد بچوں کو رٹانا نہیں ہے بلکہ انکو امورِ دین میں غور کرنے کا عادی بنانا ہے تا کہ جب وہ سنِ شعور کو پہنچیں تو ان کی یہ عادت راسخ ہو چکی ہو اور دین کی سمجھ ان میں پیدا ہو چکی ہو تا کہ کوئی بہکانے والا انہیں بہکا نہ سکے اور ان کے دلوں میں شکوک وشبہات نہ ڈال سکے اور مجھے یقینِ کامل ہے کہ میرا مولاؑ میری دستگیری فرمائے گا اور مجھے اپنے مقصد میں کامیاب فرمائے گا۔

بچوں کی تربیت بنیادی طور پر ان کے والدین کی ذمہ داری ہوتی ہے لیکن اس تیز رفتار زمانے میں مرد اپنے روزگار میں اور عورتیں اپنی گھریلو مصروفیات میں اس حد تک منہمک ہوجاتی ہیں کہ اِس اہم ترین فریضے کی ادائیگی کیلئے ان کے پاس بہت ناکافی وقت بچتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دنیاوی تعلیم کے سلسلے میں بچوں کی ساری ذمہ داری اسکولوں پر اور دینی تعلیم کی ساری ذمہ داری مولوی پر ڈال کر خود مطمئن ہوکر بیٹھ رہتے ہیں۔

اب مولوی جو دل چاہے بچوں کو بتائے، اس سے والدین کو کوئی غرض باقی نہیں رہتی۔ لیکن جب بچہ بڑا ہوتا ہے اور اس سے مولوی کی تعلیم کے اثرات ظاہر ہونے لگتے ہیں تب والدین کو پریشانی لاحق ہونا شروع ہوتی ہے لیکن اب وقت نکل چکا ہوتا ہے اور اس طرح اکثر حالات میں آئندہ آنے والی نسلیں تباہ ہوجاتی ہیں اور مومنوں کے گھروں میں پیدا ہونے والے بچے اہلبیتؑ کی نافرمانی بلکہ بعض صورتوں میں مخالفت کرتے نظر آتے ہیں۔ والدین کو اس صورتحال سے بری الذمہ نہیں سمجھا جاسکتا کیونکہ بارگاہِ خداوندی میں ان سے ان کی اولاد کے بارے میں شدید باز پرس کی جائے گی، یہ بات ان کو ہمیشہ ذہن میں رکھنی چاہیئے۔

والدین کی عملی مجبوریوں اور ان کے شدید اصرار نے ہی مجھے مجبور کیا کہ میں بہت سی رکاوٹوں کے باوجود اس فرض سے غفلت نہ برتوں اور ایک ایسی کتاب وجود میں لاؤں جس میں اجمال کے ساتھ بچوں کو ان کے صحیح عقائد بتائے اور سمجھائے جائیں تاکہ ان کی بنیاد مضبوط ہو اور بڑے ہوکر وہ سفرِ علم و معرفت جاری رکھتے ہوئے صراطِ مستقیم پر ثابت قدم

رہیں اور اپنی عاقبت سنوارنے کے ساتھ ساتھ اپنے والدین کیلئے بھی ایک صدقۂ جاریہ بنے رہیں۔ساتھ ہی ساتھ ان کے ذہن میں یہ بات بھی راسخ ہو جائے کہ ان کی زندگی کا منشور اطاعتِ معصومؑ ہے نہ کہ اطاعتِ مجتہد اور وہ ہر اس مسئلے کیلئے جو انہیں درپیش آئے حکمِ معصومؑ تلاش کریں اور مختلف ظنی اور قیاسی فتووں اور توضیحوں کی خاک نہ چھانیں۔

نماز

نماز نمازی کی پہچان ہوتی ہے۔یعنی کسی بھی نمازی کے طریقۂ نماز کو دیکھ کر ہر شخص پہچان سکتا ہے کہ اس کا تعلق کون سے مسلک سے ہے۔لیکن بات صرف اتنی ہی نہیں بلکہ نماز حقیقتاً انسان کے عقیدے کا خوبصورت ترین اظہار ہے بشرطیکہ انسان صرف ٹکریں ہی نہ مار رہا ہو بلکہ یہ جانتا اور سمجھتا ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور کیا کر رہا ہے۔بنیادی غلطی یہیں ہوتی ہے کہ بچے کو طریقۂ نماز سکھا کر یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ ہمارا فرض ادا ہو گیا اور بچہ نمازی بن گیا۔یہی بات آگے چل کر انسان کو بے عقل اور اندھی عبادت کا عادی بنا دیتی ہے اور وہ جیسے جیسے ایسی عبادت کا عادی ہوتا جاتا ہے ویسے ویسے گمراہ سے گمراہ تر ہوتا جاتا ہے اور عقیدے سے اس کا رشتہ کمزور سے کمزور تر ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ ایک ایسا وقت بھی آ جاتا ہے جب عقیدے کی اس کی نظر میں کوئی اہمیت باقی نہیں رہ جاتی اور وہ انہی ظاہری اعمال کو ذریعۂ نجات سمجھنے لگتا ہے۔یہی وہ مرحلہ ہوتا ہے جب شیطان اسے لوریاں سنانی شروع کرتا ہے اور رفتہ رفتہ وہ مکمل طور پر شیطان کا قیدی بن جاتا ہے اور دل میں یہی سوچ سوچ کر خوش ہوتا رہتا ہے کہ میری نجات تو یقینی ہے کیونکہ میں عبادتِ خدا کر رہا ہوں حالانکہ درحقیقت وہ

عبادتِ شیطان کر رہا ہوتا ہے جیسا کہ جوشؔ مرحوم نے کہا

شیطان جسے کرتا ہے گمراہ اسے

بے روح نمازوں میں لگا دیتا ہے

اس بات کا مشاہدہ آپ اپنی آنکھوں سے کر سکتے ہیں۔ خود اپنے ہی اِردگرد آپ بہت سے ایسے لوگوں کو دیکھیں گے جن کی پیشانیوں پر سجدوں کے گہرے نشان ہوتے ہیں۔ ان کی زبان پر ہر وقت نماز ہی کا ذکر ہوتا ہے۔ وہ ہر وقت باوضو رہتے ہیں لیکن اگر ان کی گفتگو اور افعال و اعمال پر نظر ڈالی جائے تو دشمنیِ اہلبیتؑ ان سے ظاہر ہوتی ہے۔ عزاداریِ حسینؑ مظلوم ان کی نظر میں انتہائی ہلکی چیز ہوتی ہے اور توہینِ اہلبیتؑ کرنا ان کے نزدیک معمولی بات ہوتی ہے۔ البتہ ان کے مولوی کی شان کے خلاف ایک لفظ بھی کہہ دیا جائے تو وہ لڑنے مرنے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں۔ یہ نتیجہ ہے اُس غلط تربیت کا جو انہیں بچپن میں دی گئی۔ یعنی یہ کہ <u>اُسے نماز صرف سکھائی گئی، سمجھائی نہیں گئی</u>۔ اسی لئے اِس کتاب میں ہم نے بیانِ نماز کو تین حصوں پر تقسیم کیا ہے:۔

۱۔ احکامِ نماز

۲۔ طریقۂ نماز

۳۔ تفہیمِ نماز

یہ کتاب انتہائی خلوص و محبت اور مومنین کی دیرینہ ضرورت کو پیش نظر رکھ کر لکھی گئی ہے لہٰذا اسے کوئی رسمی کتاب نہ سمجھا جائے بلکہ ہر مومن کا فرض بنتا ہے کہ اسے گھر گھر عام کرے کیونکہ یہ ہر گھر کی ضرورت ہے اور آنے والی نسلوں کو گمراہی سے بچانے میں ایک اہم کردار

ادا کر سکتی ہے۔ اس کتاب میں بیانِ احکام کے سلسلے میں حوالے درج نہیں کیے گئے ہیں۔
جو حضرات حوالے دیکھنا چاہتے ہیں وہ ہماری کتاب ”کشف الاحکام“ کی طرف رجوع
فرمائیں۔

رَبّنا تَقَبّل مِنّا اِنّک اَنت السّمیع العَلیم

شیعہ مذہب کے حقیقی عقائد

شیعہ کون ہوتا ہے؟

اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ وہ سائنسدان ہے لیکن اسے یہ پتہ نہ ہو کہ سائنس کیا چیز ہوتی ہے، یا کوئی شخص یہ کہے کہ وہ کرکٹر ہے لیکن اسے کرکٹ کے بارے میں ایک لفظ کا بھی علم نہ ہو تو ظاہر ہے کہ کوئی بھی ایسے اشخاص کو سائنس دان یا کرکٹر تسلیم نہیں کرے گا۔ بالکل اسی طرح اگر کوئی شیعہ ہونے کا دعویٰ کرے لیکن وہ یہ تک نہ جانتا ہو کہ شیعہ کہتے کسے ہیں تو ایسے شخص کو ہرگز شیعہ نہیں مانا جا سکتا بلکہ ساری دنیا اسے احمق ہی کہے گی۔ لہٰذا جو شخص بھی شیعہ ہونے کا دعویٰ کرے اس کیلئے لازم ہے کہ وہ لفظِ شیعہ کی حقیقت سے واقف ہو، اس کیلئے یہ جاننا ضروری ہے کہ شیعہ مذہب کیا ہے، شیعہ عقائد کیا ہیں، شیعہ طریقۂ عبادات کیا ہے، وہ کون سی چیزیں ہیں جو انسان کو مذہبِ شیعہ میں داخل کرتی ہیں اور وہ کون سی باتیں ہیں جو انسان کو مذہب شیعہ سے خارج کردیتی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ <u>صرف شیعہ ہونے کا دعویٰ کرنے سے کوئی شیعہ نہیں بن سکتا اور اگر کوئی محض اپنا نام شیعہ رکھ لے یا اتفاقاً کسی شیعہ گھرانے میں پیدا ہو جائے تو جب تک اسے مذہبِ شیعہ کے بارے میں مکمل علم نہ ہو اس وقت تک وہ شیعہ نہیں کہلایا جا سکتا۔</u>

مذاہب دو قسم کے ہوتے ہیں۔ پیدائشی مذہب (Religion by birth) اور اختیاری مذہب (Religion by option)۔ پیدائشی مذہب میں انسان کا اپنا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا بلکہ اس کا مکمل دارومدار اُس گھر پر ہوتا ہے جس میں وہ پیدا ہوا ہے۔ ایسے مذہب

کی حقیقت میں کوئی حیثیت نہیں ہوتی بلکہ یہ محض ایک لیبل (ٹھپہ) ہوتا ہے جو خود بخود لگ جاتا ہے اور اس سے انسان کی شخصیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ہمارے معاشرے میں زیادہ تر لوگ اسی طبقے سے تعلق رکھتے ہیں اور اللہ کے نزدیک ان کی حیثیت چوپایوں سے زیادہ نہیں ہوتی جبکہ حقیقی مذہب ہوتا ہی اختیاری ہے۔ یعنی انسان جو مذہب بھی اختیار کرے تو اس کے صحیح ہونے پر مضبوط دلائل اس کے پاس ہوں اور یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ وہ اس مذہب کی چھان بین کرے اور اس کے متعلق مکمل معلومات حاصل کرلے۔

شیعہ کی تعریف

اگر آپ ڈکشنری میں دیکھیں تو لفظِ شیعہ کے بہت سے معنی ملیں گے۔ مثلاً پیروکار۔ گروہ۔ پارٹی اور حمایتی وغیرہ۔ اس اعتبار سے جب بھی لفظِ شیعہ بولا جائے گا تو فوراً ذہن میں یہ سوال اُبھرے گا کہ ''کس کا شیعہ؟''۔ یعنی کس کا پیروکار؟، کس کا گروہ؟، کس کی پارٹی؟، اور کس کا حمایتی؟۔ اور جب تک اِن سوالوں کا جواب نہ مل جائے اس وقت تک یہ لفظ بے معنی رہے گا۔ حضرتِ امیر المومنین علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کے زمانے میں دو قسم کے شیعوں کا وجود پایا جاتا تھا۔ شیعانِ علیؑ اور شیعانِ معاویہ۔ بعد میں شیعانِ معاویہ نے اپنا نام کچھ اور رکھ لیا اور صرف شیعانِ علیؑ باقی رہ گئے۔ چونکہ لفظِ شیعہ اللہ تعالیٰ کا محبوب لفظ ہے اس لئے اس نے یہ انتظام کردیا کہ شیعہ اور علیؑ ایک دوسرے کیلئے لازم وملزوم بن گئے۔ چنانچہ اب جو بھی شیعہ ہوگا وہ علیؑ ہی کا شیعہ ہوگا۔ کسی اور کا شیعہ ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ ہم پر

اللہ کا احسان اور کرمِ خاص ہے کہ اس نے دشمنانِ علیؑ کو لفظِ شیعہ سے اس قدر متنفر کر دیا کہ وہ شیعانِ معاویہ ہوتے ہوئے بھی خود کو شیعہ کہلوانا پسند نہیں کرتے۔ لہٰذا لفظِ شیعہ اپنے مخصوص معنی میں جب بھی بولا جائے گا تو اس سے مراد "علیؑ کا شیعہ" ہوگا۔

پس جان لینا چاہیئے کہ ہم جو خود کو شیعہ کہتے ہیں تو ہم علیؑ ہی کے شیعہ ہیں، علیؑ ہی کا گروہ ہیں، علیؑ ہی کی پارٹی ہیں اور علیؑ ہی کے حمایتی ہیں اور اسی لئے الحمد اللہ ہمارے مذہب کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جو علیؑ سے خالی ہو۔ چاہے وہ کلمہ ہو، اذان ہو، اقامت ہو یا نماز ہو۔ اور اگر کسی ایک گوشے میں بھی کسی نے علیؑ کو ترک کر دیا تو وہ شیعہ نہ رہے گا بلکہ منافق بن جائے گا۔ پس شیعہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انسان علیؑ کے دامن سے وابستہ رہے اور آنکھ جھپکنے کی مدت کیلئے بھی علیؑ کا ساتھ نہ چھوڑے چاہے اس میں ذاتی طور پر اس کا فائدہ ہو یا نقصان۔

عقائد الشیعہ

مذہب شیعہ چند عقائد و نظریات کے مجموعے کا نام ہے۔ جس کسی کے پاس یہ عقائد ہیں وہ شیعہ ہے چاہے اس نے اپنا نام شیعہ نہ رکھا ہو۔ اور جس کسی کے پاس یہ عقائد نہ ہوں وہ ہرگز ہرگز شیعہ نہیں ہو سکتا چاہے اس نے اپنا نام شیعہ ہی کیوں نہ رکھ چھوڑا ہو۔

اللہ، اس کے رسولؐ اور ائمہ معصومینؑ نے شیعہ عقائد و اعمال کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا بلکہ یہ دونوں ایک ہیں کیونکہ عقیدہ رکھنا بذاتِ خود ایک عمل ہے اور عمل بذاتِ خود ایک عقیدہ ہے کیونکہ عقیدے کا اظہار عمل ہی کے ذریعے کیا جاتا ہے اور اس طرح عمل

عقیدے کا اثر ہوتا ہے جو کبھی اس سے جدا نہیں ہوتا۔ لیکن بعد میں آنے والوں نے لوگوں کی آسانی کیلئے شیعہ مذہب کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ اصولِ دین اور فروعِ دین۔

اصولِ دین

اصل کہتے ہیں "جڑ" کو اور اس کی جمع ہے "اصول" یعنی "جڑیں"۔ اس طرح اصولِ دین کا مطلب ہوا "دین کی جڑیں"۔ جو کچھ بزرگوں نے بیان کیا ہے اس کے مطابق اصولِ دین پانچ ہیں۔ ۱۔ توحید۔ ۲۔ عدل۔ ۳۔ نبوت۔ ۴۔ امامت۔ ۵۔ قیامت۔

ان تمام کا تفصیلی بیان اپنے مقام پر آئے گا۔

فروعِ دین

"فرع" کہتے ہیں "شاخ" کو۔ اس کی جمع ہے فروع یعنی شاخیں۔ اس طرح فروعِ دین کا مطلب ہوا "دین کی شاخیں" چونکہ اصول و فروع کی تقسیم غیر معصوم لوگوں نے کی تھی اس لئے ان میں اختلاف ہونا ایک لازمی امر تھا۔ چنانچہ پہلے فروعِ دین کی تعداد چھ ہوا کرتی تھی۔ ۱۔ نماز۔ ۲۔ روزہ۔ ۳۔ حج۔ ۴۔ زکوٰۃ۔ ۵۔ خمس۔ ۶۔ جہاد۔ لیکن بعد میں چار ارکان کا اور اضافہ کر دیا گیا۔ ۷۔ تولّا (یعنی اہلبیتؑ سے محبت رکھنا)۔ ۸۔ تبرا (یعنی دشمنانِ اہلبیتؑ سے بیزاری کا اعلان کرنا)۔ ۹۔ امر بالمعروف ۱۰۔ نہی عن المنکر۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے مراد یہ لیا جاتا ہے کہ نیکیوں کی ترغیب دی جائے اور برائیوں سے روکا جائے۔ اور اسی مفہوم کے تحت بہت سی تبلیغی جماعتیں ہاتھ میں لوٹا اور بغل میں چٹائی لئے یہی کام کرتی پھرتی ہیں۔ لیکن ہم ان دونوں کا مطلب فرمانِ معصومؑ کی روشنی

میں آپ کو بتائیں گے۔

امام جعفر صادقؑ سے کسی نے پوچھا کہ "مولا! یہ معروف کون ہے جس کی طرف ہمیں لوگوں کو دعوت دینی ہے؟" (یہ واضح رہے کہ معروف کے معنی ہیں پہچانا ہوا)۔ امامؑ نے فرمایا۔ "یہ وہ ہے جو زمین میں بھی معروف (پہچانا ہوا) ہے اور آسمانوں میں بھی معروف ہے۔" اس نے عرض کی کہ "مولا کچھ اور وضاحت فرمائیں"۔ امامؑ نے فرمایا۔ "اس سے (یعنی معروف سے) مراد میرے دادا علیؑ ابنِ ابی طالب ہیں اور ان کا دشمن منکر ہے"۔ پس امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا صحیح ترین مطلب ہے۔ "ولایت و امامت و محبتِ علیؑ کی طرف لوگوں کو دعوت دینا اور انؑ کے دشمنوں سے لوگوں کو بیزار کرنا"۔

محبت

جاننا چاہیئے اور یاد رکھنا چاہیئے کہ مذہب شیعہ کی تمام جزوں کی جز یعنی اصلِ اصول، اس کی روح، اس کا مقصد، اس کی منزل مراد، اس کا اوّل، اس کا آخر، اس کا ظاہر اور اس کا باطن صرف اور صرف ایک چیز ہے اور وہ ہے محبت۔ اصول کافی میں امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ "محبت اور دشمنی کے علاوہ دین کوئی چیز ہے ہی نہیں"۔ یعنی اہلبیتؑ سے محبت کرنا اور ان کے دشمنوں کو دشمن رکھنا ہی اصلِ دین ہے۔ باقی جو کچھ ہے وہ اسی محبت اور دشمنی کا اظہار ہے۔ رسولؐ اللہ نے پورا دین دنیا تک پہنچانے کے بعد اپنی رسالت کا جو اجر طلب کیا وہ کچھ اور نہیں بلکہ صرف محبتِ اہلبیتؑ ہے چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

"(اے رسولؐ) کہہ دو کہ میں تم سے اپنی رسالت کا کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ

قربیٰ (یعنی بی بی پاک حضرت فاطمۃ الزہراؑ) سے محبت کرو'' ۔ یہاں سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہی محبت اصلِ دین ہے اور اس کے بغیر باقی تمام چیزیں، خواہ وہ اصول ہوں یا فروع، بیکارِ محض اشیاء ہیں اور یہ چیزیں صرف اسی صورت میں فائدہ پہنچا سکتی ہیں جب ان کی بنیاد محبت اہلبیتؑ ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ اس پوری کائنات کو محبت ہی کیلئے پیدا کیا گیا اور اس کا انجام بھی محبت پر ہوتا ہے۔ مقصدِ خلقتِ کائنات اس حدیثِ قدسی سے ظاہر ہوتا ہے جس میں ارشاد ہو رہا ہے۔ ''میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔ مجھے محبت ہوئی کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے ایک خلق کو خلق کیا''۔

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے ''اے اہلبیتِ محمدؐ! میں نے پوری کائنات کو تمھاری محبت میں پیدا کیا ہے۔ اگر تم نہ ہوتے تو میں کسی شے کو پیدا ہی نہ کرتا''۔ یہاں سے پتہ چلتا ہے کہ خلقتِ کائنات کی بنیاد محبتِ اہلبیتؑ ہے۔ اس محبت کے علاوہ کائنات کی کوئی حقیقت نہیں۔ ہم نے آغاز کا جائزہ لے لیا اور اب ہم انجام پر ایک نظر ڈالتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ جنت و جہنم کا فیصلہ کس بات پر ہوتا ہے۔

حضرتِ امیرؑ المومنین فرماتے ہیں۔ ''میں جہنم کے دروازے پر کھڑا ہوں گا اور اس سے کہوں گا کہ اسے پکڑ لے یہ دنیا میں میرا دشمن تھا اور اسے چھوڑ دے یہ دنیا میں مجھ سے محبت کرنے والا تھا'' پس جنت و جہنم کی تقسیم بھی محبت ہی کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ گویا <u>ہمارا آغاز بھی محبت اور انجام بھی محبت ہے۔ اب اس آغاز اور انجام کے درمیانی وقفے میں اگر کوئی شخص محبتِ اہلبیتؑ سے غافل رہے گا تو اسے اپنا انجام اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے۔</u>

جب ہمیں یہ معلوم ہوگیا کہ آغاز و انجام کا مرکز محبتِ اہلبیتؑ ہے تو ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ ہم بھی اپنی زندگی کا مرکز محبتِ اہلبیتؑ ہی کو قرار دیں۔ ہم صرف اُسی سے محبت کریں جو اہلبیتِ اطہار سے محبت کرتا ہو اور صرف اسے دشمن رکھیں جو اہلبیتؑ کو دشمن رکھتا ہو جیسا کہ معانی الاخبار میں حضرتِ امیر المومنینؑ فرماتے ہیں۔ ''میرے دوست کو دوست رکھو چاہے وہ تمھارے باپ اور بھائی کا قاتل ہی کیوں نہ ہو۔ اور میرے دشمن کو دشمن رکھو چاہے وہ تمھارا باپ اور بھائی ہی کیوں نہ ہو''۔

<u>معرفت</u>

جب آپ محبت کی اہمیت جان چکے تو اب یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ محبت اُسی سے کی جاسکتی ہے جس کو انسان پہچانتا ہو۔ اسی پہچاننے کو معرفت کہتے ہیں۔

<u>معرفت کی تعریف</u>

<u>معرفت کی تعریف یہ ہے کہ کسی کو اس کی کسی ایسی صفت کے ساتھ پہچانا جائے جو صرف اُسی میں ہو اور دوسروں میں نہ ہو۔</u> اس بات کو ہم ایک مثال کے ذریعے سمجھاتے ہیں۔ فرض کریں کہ دو آدمی کھڑے ہیں۔ دونوں نے کالی شیروانیاں پہنی ہوئی ہیں لیکن ٹوپی ایک نے سفید پہنی ہوئی ہے اور دوسرے نے سرخ۔ یعنی شیروانیاں دونوں کی ایک جیسی ہیں اور ٹوپیاں مختلف۔ اب اگر آپ ان میں سے کسی ایک کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہیں تو آپ کو کسی ایسی صفت کے ذریعے اسے پکارنا پڑے گا جو صرف اس میں ہے اور دوسرے میں نہیں ہے۔ یعنی اگر آپ اسے یہ کہکر آواز دیں گے کہ ''کالی شیروانی والے صاحب!'' تو دونوں

آپ کی طرف متوجہ ہو جائیں گے کیونکہ دونوں نے کالی شیروانیاں پہنی ہوئی ہیں۔ لیکن اگر آپ یہ کہکر آواز دیں گے کہ "سفید ٹوپی والے صاحب!" تو صرف وہی آدمی آپ کی طرف متوجہ ہوگا جو آپ کا مقصود ہے کیونکہ سفید ٹوپی صرف اسی نے پہن رکھی ہے، دوسرے نے نہیں۔ معرفت اسی کو کہتے ہیں۔ چنانچہ اگر آپ سیدؐ الانبیاء، احمدِ مجتبیٰ، حضرتِ محمدِ مصطفیٰ کی معرفت حاصل کرنا چاہیں گے تو کسی ایسی صفت کے ساتھ ان کی معرفت حاصل نہیں کی جاسکتی جو تمام معصومینؑ میں مشترک ہو بلکہ آپ انؐ کی معرفت ختمِ نبوت کے حوالے سے کریں گے کیونکہ صرف وہی خاتم النبیین ہیں اور ان کے علاوہ کوئی اور خاتم النبیین نہیں ہے۔

معرفت کی اہمیت

کسی سے آپ کو کتنی محبت ہے اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ آپ اُس کی کتنی معرفت رکھتے ہیں۔ چنانچہ اگر کسی دور دراز علاقے میں کوئی بہت بڑا عالم مر جائے اور آپ تک اس کی اطلاع پہنچے تو آپ کو بہت معمولی سا افسوس ہوگا۔ لیکن اگر کوئی پڑوسی مر جائے تو چاہے وہ کوئی معمولی آدمی ہی کیوں نہ ہو، اس کی موت پر آپ کو بہت افسوس ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو اُس عالم کی معرفت نہیں تھی جبکہ اپنے پڑوسی کی معرفت آپ رکھتے تھے۔ بالکل اسی طرح جو شخص اہلبیتؑ کی جتنی معرفت رکھتا ہے اُتنی ہی وہ اُن سے محبت کرسکتا ہے اور چونکہ مطلوب و مقصودِ خداوندی یہ ہے کہ اُس کے بندے اہلبیتؑ سے محبت رکھیں تو یقیناً اس سے مراد شدید محبت ہے نہ کہ معمولی محبت۔ اسی لئے اپنے زمانے کے امامؑ کی معرفت حاصل کرنا اللہ نے ہم پر واجب قرار دیا ہے تا کہ ہم محبت کی بلندترین چوٹیوں

کو چھوسکیں اور اپنے امامؑ سے ایسی محبت کرسکیں جو محبت کرنے کا حق ہے۔معرفت کو کوئی معمولی چیز نہیں سمجھنا چاہیئے کیونکہ معرفت پر ہی دین وایمان وآخرت کا مکمل دارومدار ہے۔ اسی لئے حضرتِ ختمی مرتبتؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''جو شخص مرگیا اور اس نے اپنے زمانے کے امامؑ کی معرفت حاصل نہ کی تو وہ جاہلیت کی موت مرا، کفر کی موت مرا، نفاق کی موت مرا''۔اسی سے معرفت کی اہمیت کا اندازہ لگایئے کہ انسان زندگی بھر نمازیں پڑھ کے، روزے رکھ کے اور حج کرکے بھی کافر اور منافق ہو کر مرتا ہے، محض اسلیئے کہ اس نے اپنے امامِؑ زمانہ کی معرفت حاصل نہیں کی تھی۔

اب اگر کوئی یہ پوچھے کہ معرفت کیسے حاصل کی جاسکتی ہے تو اس کا مختصر ترین جواب یہ ہے کہ معرفت تین چیزوں کے ذریعے حاصل کی جاتی ہے۔علم سے،غور وتدبر سے اور اپنے امامؑ کی طرف قلبی توجہ سے۔جتنا جتنا آپ کا علم بڑھتا جائے گا، جتنا جتنا آپ غور وتدبر کریں گے اور جتنا جتنا آپ کا دل اپنے امام کی طرف متوجہ ہوتا جائے گا اتنی اتنی آپ کی معرفت بڑھتی جائے گی اور جتنی جتنی آپ کی معرفت بڑھتی جائے گی اتنی اتنی آپ کی محبت میں اضافہ ہوتا جائے گا اور یہی آپ کی زندگی کا اصل مقصد ہے جسے اگر حاصل نہ کیا گیا تو پوری زندگی رائیگاں قرار پائے گی۔محبت میں ہر لحہ اضافہ ہوتے رہنا اس لئے ضروری ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے اجرِ رسالت کے طور پر صرف محبت نہیں مانگی بلکہ مودّت مانگی ہے۔مودّت ایسی محبت کو کہتے ہیں جو دل میں گڑی ہوئی ہو، اس طرح کہ اگر اس کو نکالا جائے تو ساتھ ساتھ دل بھی باہر نکل آئے۔ایسی شدید محبت کرنے کیلئے کوشش

بھی شدید کرنی پڑے گی اور معرفتِ امامؑ میں ذراسی بھی غفلت انسان کو اپنے مقصد سے دور کرسکتی ہے۔

عزاداری

ہر بچے کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ عزاداریِ حسینؑ مظلوم مذہب شیعہ کی جان ہے اور دنیا بھر میں شیعوں کی پہچان ہے۔ غمِ حسینؑ اُن کی والدۂ ماجدہ، ملکۂ کونین جنابِ فاطمۃ الزہراؑء کا حق ہے جس میں ذرّہ برابر کوتاہی بھی ہلاکت میں ڈال سکتی ہے کیونکہ جس سے "ثُر بیؑ" یعنی جنابِ زہراؑء ناراض ہوجائیں اس کا ٹھکانا صرف اور صرف جہنم ہے اور اُس مقدس ہستی کی ناراضگی کا سب سے بڑا سبب عزاداریِ حسینؑ سے غفلت برتنا ہے۔

مشہور روایت ہے کہ جب جناب سیدالشہداءؑ نے اس دنیا میں ظہور فرمایا اور حضرت ختمی مرتبتؐ کو اس کی خبر ملی تو آپؐ زاروقطار روتے ہوئے بی بیؑ پاک کے پاس تشریف لائے۔ بی بیؑ نے عرض کی کہ "بابا! کیا آپ اپنے نواسے کے ظہور سے خوش نہیں ہیں؟"۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ "بیٹی! مجھ سے زیادہ اور کون خوش ہوسکتا ہے لیکن میں رونا اس لئے ہوں کہ میرے اس نواسے کو میری امت میدانِ کربلا میں بھوکا پیاسا شہید کرے گی۔" بی بیؑ نے پوچھا کہ "بابا! کیا اُس وقت آپؐ موجود ہوں گے؟"۔ رسول اللہؐ نے جواب دیا کہ "نہیں بیٹی! میں اس دنیا میں نہیں ہوں گا"۔ بی بیؑ نے پوچھا کہ "کیا علیؑ زندہ ہوں گے؟"۔ آپؐ نے فرمایا کہ "نہیں بیٹی! اس وقت علیؑ بھی نہ ہوں گے"۔ بی بی نے پوچھا کہ "کیا حسنؑ زندہ

ہوں گے"۔فرمایا۔"نہیں وہ بھی جامِ شہادت نوش کر چکے ہوں گے"۔بی بی نے فرمایا۔ "کیا میں اُس وقت زندہ ہوں گی؟""آنحضرتؐ نے فرمایا۔"نہیں تم بھی نہ ہوگی"۔یہ سن کر بی بیؑ پاک کا دل غم سے پارہ پارہ ہوگیا اور آپؑ نے بے ساختہ اپنے باباؐ سے فرمایا۔"بابا! پھر میرے حسینؑ پر روئے گا کون؟""آنحضرتؐ نے فرمایا۔"اللہ ایک قوم کو پیدا کرے گا جس کے بوڑھے حسینؑ کے بوڑھوں پر روئیں گے، جس کے جوان حسینؑ کے جوانوں پر روئیں گے، جس کی عورتیں حسینؑ کے اہلِ حرم پر روئیں گی اور جس کے بچے حسینؑ کے بچوں پر روئیں گے۔یہ سن کر بی بی پاک خوش ہوگئیں اور فرمایا۔"تو پھر بابا میں بھی وعدہ کرتی ہوں کہ جنت میں اس وقت تک داخل نہ ہوں گی جب تک حسینؑ کا ایک ایک ماتم دار داخل نہ ہوجائے"۔

ہم نے یہ واقعہ اس لئے نقل کیا ہے تا کہ یہ بات واضح ہوجائے کہ پروردگارِ عالم نے جنابِ سیدہ زہراءؑ کی خوشنودی کیلئے جس قوم کو پیدا کیا اور اس کا نام شیعہ رکھا ہے اس کا مقصدِ حیات ہی غمِ حسینؑ برپا کرنا ہے اور جس نے اِس فرض سے غفلت برتی اس نے گویا اپنی پوری زندگی اکارت اور برباد کردی۔ازروئے قرآن یہ بات ثابت ہے کہ جو کام بھی جنابِ زہراءؑ کی خوشنودی کیلئے کیا جائے وہی تمام واجبوں سے بڑا واجب ہوتا ہے کیونکہ معاملہ "مودۃ فی القربیٰ" کا ہے۔ہر شے معاف ہوسکتی ہے لیکن ناراضگیِ زہراءؑ کو اللہ ہرگز ہرگز معاف نہیں کرے گا اگرچہ کسی نے عبادت کرتے کرتے اپنی پیشانی ہی کیوں نہ شق کرلی ہو۔

آدابِ عزاداری

اگر دنیا میں کسی کا کوئی قریبی مر جائے تو وہ سارے کام چھوڑ کر مرنے والے کے گھر پہنچتا ہے۔ اس کے چہرے سے حزن وملال کے آثار نمایاں ہوتے اور وہ جا کر مرنے والے کے وارثوں سے تعزیت کرتا ہے اور جب تک وہاں موجود رہتا ہے وہ صرف تعزیت میں ہی مصروف رہتا ہے اور اس کے علاوہ وہ کسی اور کام کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ اب ذرا سوچئے کہ حسینؑ سے بڑھ کر ہمارا قریبی اور کون ہوسکتا ہے؟۔ پھر صفِ ماتم پر بیٹھ کر ہماری کیفیت اور ہمارا رویّہ کیا ہونا چاہیئے؟۔ کیا کسی مومن کو یہ بات زیب دیتی ہے کہ وہ مجلسِ حسینؑ میں جا کر دنیاوی معاملات پر گفتگو کرے یا آپس میں ہنسی مذاق کرے؟ ہرگز نہیں! یہ بات مومن کی شان کے خلاف ہے اور ایسا کرنے والے عزادار نہیں بلکہ تماش بین ہوتے ہیں۔

پھر کیا آپ یہ جانتے ہیں کہ حسین کا وارث کون ہے؟ اور کون ہے جو منتقمِ حقیقی ہے اور جو آ کر خونِ حسینؑ کا انتقام لے گا؟۔ وہ یقیناً ہمارے زمانے کا امامؑ ہے جو حسینؑ کے غم میں صبح وشام خون کے آنسو روتا ہے۔ بھلا کسی میں یہ حوصلہ اور جراءت ہے کہ اپنے امامِ زمان کی بارگاہ میں جا کر غیر سنجیدہ رویّہ اختیار کرے؟ یا مجلسِ حسینؑ اور اس فرشِ عزا کو جہاں شیعہ عقائد کے مطابق جناب سیدہؑ خود تشریف رکھتی ہیں چھوڑ کر کسی اور واجب کی طرف دوڑ پڑے؟۔ ایسا وہی کرسکتا ہے جس کے دل میں حسینؑ اور مادرِ حسینؑ کیلئے ذرّہ برابر احترام نہ ہو اور اس کے نزدیک مجلسِ عزا ایک معاشرتی اجتماع اور ایک رسمی کارروائی کے سوا کچھ نہ ہو۔ بچے یہ جان لیں کہ باقی تمام واجبات ان پر بالغ ہونے کے بعد واجب ہوتے ہیں، اس سے

پہلے نہیں۔لیکن غمِ حسینؑ منانا نابالغوں پر بھی اسی طرح واجب ہے جس طرح بالغ لوگوں پر کیونکہ فرمانِ حضرتِ ختمی مرتبتؐ کے مطابق شیعہ بچوں کو حسینؑ کے بچوں پر ہر حال میں گریہ وزاری اور ماتم داری کرنی ہے کیونکہ انہیں پیدا ہی اس کام کیلئے کیا گیا ہے۔اور آدابِ عزاداری کے سلسلے میں امام جعفر صادقؑ کا یہ فرمان ہمیشہ پیشِ نظر رہنا چاہیئے جس میں آپؑ فرماتے ہیں۔"حسینؑ پر اس طرح گریہ کرو جس طرح ایک بوڑھی ماں اپنے جوان بیٹے کی لاش پر گریہ کرتی ہے"۔

ولایت

یہ لفظ آپ مسلسل سنتے رہتے ہیں اور ولایتِ علیؑ کا تذکرہ آپ نے مختلف ذاکرین وعلماء بلکہ اپنے والدین سے بھی اکثر سنا ہوگا۔ولایت کے بغیر دین کا کوئی بھی رکن ثابت نہیں ہوسکتا چاہے وہ توحید وعدل ونبوت وامامت وقیامت ہی کیوں نہ ہوں۔اس طرح دین کا مرکز ولایت ہے اور جب تک ولایت کو نہ سمجھا جائے اس وقت تک انسان بے دین ہی رہے گا۔ جیسا کہ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں۔ **"الدینُ ھُوَ الولایہ"**۔یعنی دین ولایت ہی کا نام ہے۔ولایت کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر ہم نے مناسب جانا کہ ولایت کے بارے میں چند ضروری باتیں آپ تک پہنچادیں تاکہ آگے چل کر آپ اس لفظ سے اجنبیت محسوس نہ کریں۔

ولایت کیا ہے؟

ولایت کا عمومی مفہوم ہے کسی کا کسی شے پر مکمل اختیار رہنا۔اسے تصرف کہتے ہیں۔لیکن یہ

مفہوم ناقص ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ولایت تین چیزوں کے مجموعے کا نام ہے۔ اگر ان میں سے ایک بھی شے کی کمی ہوئی تو ولایت ناقص ٹھہرے گی:۔

۱۔علم

۲۔قدرت

۳۔تصرف

اپنی بات کو سمجھانے کیلیئے ہم ایک بہت آسان سی مثال پیش کرتے ہیں تا کہ ولایت کا صحیح مفہوم بچوں کے ذہن میں راسخ ہو جائے۔

ہم ایک شخص کی مثال لیتے ہیں جس کا کام برتن بنانا ہوتا ہے۔ ہر عقل اس بات کی تائید کرے گی کہ سب سے پہلے اُس کے پاس برتن بنانے کا علم ہونا چاہیئے۔ اگر اس کو برتن بنانے کا طریقہ ہی معلوم نہیں تو وہ کسی بھی صورت میں برتن نہیں بنا سکتا۔ یہاں پہلی شرط پوری ہوئی، یعنی علم۔

اب اُس شخص کے پاس علم تو ہے لیکن اس کے ہاتھوں اور پیروں پر فالج گرا ہوا ہے جس کی وجہ سے وہ انہیں حرکت نہیں دے سکتا۔ اس صورت میں وہ علم رکھتے ہوئے بھی اپنا کام نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس کے پاس قدرت نہیں ہے۔ ہاں اگر اس کے ہاتھ پاؤں سلامت ہیں تو وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا۔ یہ دوسری شرط پوری ہوئی۔ یعنی قدرت۔

اب اس کے پاس علم بھی ہے اور قدرت بھی لیکن ان دونوں چیزوں کے ہوتے ہوئے بھی برتن نہیں بنا سکتا جب تک کہ برتن بنانے والی مٹی پر اس کا مکمل قبضہ اور اختیار (تصرف) نہ ہو۔ جب یہ اختیار اسے مل جائے گا تو تینوں شرائط پوری ہو جائیں گی اور وہ برتن بنا سکے گا۔

یہ ایک عام فہم مثال ہم نے آپ کو سمجھانے کیلئے دی ہے تا کہ اجزائے ولایت کا ایک اجمالی تعارف آپ کے ذہنوں میں محفوظ ہو جائے۔ ورنہ اگر ہم کوئی علمی اور بھاری بھر کم مثال دیتے تو یقیناً آپ کو سمجھنے میں دشواری ہوتی۔ یہاں ایک بات جاننا ضروری ہے۔ بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ نبوت و امامت کی طرح ولایت بھی کوئی عُہدہ ہے حالانکہ یہ ایک شدید غلط فہمی ہے۔ کیونکہ اگر ولایت کوئی عہدہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کسی بھی صورت میں خود کو ولی نہ کہتا کیونکہ عہدہ عطا کرنے والا تو وہ خود ہے۔ پس یہ یقین رکھنا چاہیئے کہ ولایت کوئی عہدہ نہیں ہے بلکہ علم و قدرت و تصرف کے اعلیٰ ترین مقام کا نام ہے۔

ولایت کے بارے میں بنیادی معلومات انتہائی اختصار کے ساتھ آپ تک پہنچا دی گئیں لیکن اس سلسلے میں اہم ترین بات یہ ہے کہ پیدا کرنا، مارنا، زندہ کرنا، رزق دینا، اولاد دینا، شفاء دینا اور مدد کرنا، یہ سارے کام ولایت کے ہیں لہٰذا جو وجود بھی اللہ کا ولی مطلق ہوگا اور جس کی ولایت اللہ کی ولایت کہلائے گی، اس کا خالق ہونا، ممیت (مارنے والا) ہونا۔ محی (زندہ کرنے والا) ہونا، رازق ہونا لازمی ہے ورنہ اللہ کی ولایت کا اظہار نہیں ہو سکے گا اور وہ مقدس ذات جس کی چند خصوصیات اوپر بیان کی گئیں وہ میرے مولا امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کی ذاتِ اقدس ہے جس سے اللہ کی تمام صفات کو ظہور ملتا ہے۔ یہی ذاتِ اقدس ہماری منزلِ مراد ہے، اسی کے ہم شیعہ ہیں اور جو کچھ بھی ہم مانگتے ہیں اسی سے مانگتے ہیں۔ اسی لئے "نادِ علیؑ" پڑھنا ہمارا صبح و شام کا وظیفہ ہے۔

اصل نادِ علیؑ

نَادِ عَلِیاً مَظْهَرَ الْعَجَائِبِ تَجِدْهُ عَوناً لَّکَ فِی النَّوائِبِ کُلِّ هَمٍّ وَّ غَمٍّ سَیَنْجَلِی بِعَلِیٍّ بِعَلِیٍّ بِعَلِیٍّ بِعَلِیٍّ

ترجمہ:۔ (اے رسولؐ) پکار علیؑ کو جس سے عجائب ظاہر ہوتے ہیں۔ تو اس کو (یعنی علیؑ کو) ہر مصیبت میں اپنا مددگار پائے گا۔ تمام دُکھ اور پریشانیاں دور ہو جائیں گی علیؑ کی مدد سے، علیؑ کی مدد سے، علیؑ کی مدد سے، علیؑ کی مدد سے۔

توحید

آپ اچھی طرح یہ بات جانتے ہیں کہ ہر چیز کا کوئی نہ کوئی نقطۂ آغاز ضرور ہوتا ہے جہاں سے اس کی ابتدا ہوتی ہے۔ اگر کوئی پوچھے کہ "آپ کو کس نے پیدا کیا؟" تو آپ کہیں گے کہ میرے ماں باپ نے۔ پھر وہ پوچھے کہ آپ کے والدین کو کس نے پیدا کیا؟۔ تو آپ کہیں گے کہ اُن کے والدین نے۔ اور سوال و جواب کا یہ سلسلہ اس وقت تک ختم نہیں ہوگا جب تک اس سلسلۂ خلق کے نقطۂ آغاز تک نہ پہنچا جائے۔ اور اس کیلئے آپ کیلئے ایک

ایسے وجود کو تسلیم کرنا لازم ہوگا جس نے سب کو خلق کیا اور اسے کسی نے خلق نہیں کیا۔ ساری دنیا اس کی محتاج ہے اور وہ کسی کا محتاج نہیں۔ وہ ایک ہے۔ یکتا ہے۔ یعنی اس کے مثل کوئی شے ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ وہ اپنی مخلوق سے بالکل جدا ہے۔ اگر مخلوق کی کوئی ایک صفت بھی اُس میں پائی گئی تو وہ مخلوق کی صفت میں آ کھڑا ہوگا اور اُس کیلئے بھی کسی اور خالق کا وجود ضروری ہو جائے گا جو محال ہے۔ اسی لئے اُسے کسی شے سے تشبیہ نہیں دی جاسکتی۔ یعنی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ فلاں شے جیسا ہے۔ وہی سب کا معبود ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی عقیدے کا نام توحید ہے۔

حضرتِ امیرؑ المومنین فرماتے ہیں۔ "دین کی ابتداء یہ ہے کہ اللہ کی معرفت حاصل کی جائے"۔ یعنی توحید کا اقرار کرنے سے پہلے انسان کیلئے لازم ہے کہ اللہ کی معرفت حاصل کرے کیونکہ وہ عقیدہ جس کی بنیاد جہالت ہو کسی کام نہیں آتا۔ جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ جس کی وحدانیت پر ہم ایمان لارہے ہیں اور جس کی ہم عبادت کررہے ہیں، وہ کون ہے، اُس وقت تک اقرارِ توحید کرنا اور آنکھ بند کر کے عبادت میں مشغول ہو جانا کوئی معنی نہیں رکھتا اور ایسا ہے جیسے اندھیرے میں تیر چلانا۔ اب جہاں تک اللہ کی معرفت حاصل کرنے یعنی اسے پہچاننے کا تعلق ہے تو اِس بات سے بچہ بچہ واقف ہے کہ ہر شے کو اس کی صفات کے ذریعے پہچانا جاتا ہے اور اللہ کو بھی اس کی صفات سے ہی پہچانا جائے گا اور یہ بات جان لینی چاہیئے کہ چہاردہ معصومینؑ کے مقدس وجودوں سے ہی اللہ کی ہر صفت کا ظہور رہتا ہے۔ یعنی جتنی صفات بھی اللہ کیلئے تسلیم کی جاتی ہیں وہ جب ہمارے

لئے ظاہر ہوتی ہیں تو انہی مقدس ہستیوں کے ذریعے ظاہر ہوتی ہیں لہٰذا اللہ کو پہچاننے کا واحد ذریعہ یہی ہے کہ معصومین کو پہچانا جائے۔ اسی لئے ائمۂ اطہار نے فرمایا کہ ''ہماری معرفت ہی اللہ کی معرفت ہے''۔ پس جس نے محمدؐ و آل محمدؐ کی معرفت میں کوتاہی کی اس نے اللہ کو پہچانا ہی نہیں اور ایسے شخص کی توحید، عقیدہ، ایمان اور عمل سب کچھ باطل ہے۔ یہ بھی واضح ہو جانا چاہیئے کہ محمدؐ و آل محمدؐ کے علاوہ اللہ کی کوئی اور صفت بیان کرنا حقیقی شرک ہے۔ ہم جو اسے مختلف صفات کے ذریعے پکارتے ہیں مثلاً خالق، رازق، غفار، عالم اور قادر وغیرہ، ان سے مراد یہی معصومؑ ہستیاں ہیں جو ہمارے اور اللہ کے درمیان وسیلہ ہیں اور بغیر وسیلے کو پہچانے ہوئے اللہ پر ایمان لانا اور اس کی عبادت کرنا ممکن نہیں جیسا کہ اللہ نے قرآن مجید میں خود ہمیں حکم دیا ہے۔ **''وَ ابتَغُوا الیه الوَسیله''** یعنی اللہ کی طرف متوجہ ہونے اور اس کی طرف رجوع کرنے کیلئے ایک خاص وسیلہ تلاش کرو۔ لہٰذا ہم نے اگر خود کو اس خاص وسیلے تک پہنچا دیا تو گویا ہم اللہ تک پہنچ گئے اور یہی خالص توحید ہے۔ چنانچہ جب ائمۂ طاہرین سے پوچھا گیا کہ ''اللہ عالم ہے اور اللہ قادر ہے کا کیا مطلب ہے؟'' تو انہوں نے فرمایا کہ ''اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ایک ایسا بندہ خلق فرمایا ہے جو ہر شے کا عالم ہے اور جو ہر شے پر قادر ہے''۔ لہٰذا بغیر اُس بندے کو پہچانے ہوئے اللہ کو عالم اور قادر ماننا بالکل بے معنی بات ہے۔

شرک

اللہ نے قرآن میں وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ہر گناہ بخش دے گا لیکن شرک کو ہرگز ہرگز نہیں بخشے

گا۔لہذا ہر مومن کا فرض بنتا ہے کہ شرک کو سمجھے کیونکہ بغیر شرک کو جانے اور سمجھے ہوئے اپنے آپ کو شرک سے بچانا ہرگز ممکن نہیں۔شرک کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا۔یعنی:۔

(۱) یہ سمجھنا کہ اللہ اور اس کی مخلوق کی صفات ایک جیسی ہیں۔ اسے شرک فی الصفات کہتے ہیں۔

(۲) یہ ماننا کہ اللہ جو کچھ کرتا ہے اس میں اس کا کوئی شریک ہے۔ اسے شرک فی الفعل کہتے ہیں۔

(۳) یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت میں کوئی اس کا شریک ہے۔یعنی جس طرح اللہ ہمیں حکم دیتا ہے جس کی اطاعت ہم پر فرض ہوتی ہے اسی طرح کسی اور کو بھی یہ حق حاصل ہے اور اس کی اطاعت بھی ہم پر فرض ہے۔ اسے شرک فی الامر کہتے ہیں۔

اب چونکہ:۔

(۱) اللہ کی ہر صفت کا ظہور محمدؐ و آل محمدؐ سے ہوتا ہے۔

(۲) ہر وہ فعل جسے ہم اللہ کی طرف نسبت دیتے ہیں انہی پاک ہستیوں کے ہاتھوں سے سرانجام پاتا ہے۔

(۳) اللہ کی حاکمیت انہی مقدس وجودوں کے ذریعے ظاہر ہوتی ہے اور انہی کی حاکمیت اللہ کی حاکمیت کہلاتی ہے۔

اس اعتبار سے شرک کی جامع ترین تعریف یہ ہوگی:۔

"یہ سمجھنا کہ محمدؐ و آلِ محمدؑ ہم جیسے ہیں اور اُنؑ کے علاوہ کسی اور سے بھی صفاتِ خدا، افعالِ خدا اور حاکمیتِ خدا کا ظہور ہو سکتا ہے"۔

ہم نے اختصار کے ساتھ شرک کی حقیقت بیان کر دی۔ اب جیسے جیسے آپ کا علم اور شعور بڑھتا جائے گا اور آپ جب اپنے اِرد گرد نظر دوڑائیں گے تو انشاء اللہ آپ صاف پہچان لیں گے کہ عملی طور پر شرک کون کر رہا ہے اور کہاں کر رہا ہے اور ہمیں یقین ہے کہ خود کو شرک سے محفوظ رکھنے کیلئے آپ ہمیشہ ایسے لوگوں اور ایسے مقامات سے دور رہنے کی کوشش کریں گے۔ انشاء اللہ۔

عدل

مذہبِ شیعہ کا دوسرا بنیادی عقیدہ "عدل" ہے جس کی ضد ظلم ہے۔ عدل کا مطلب ہے "ہر چیز کو اُس کے محل و مقام پر رکھنا"۔ مثلاً ٹوپی کا مقام انسان کا سر ہوتا ہے اس لئے ٹوپی کو سر پر ہی رکھا جائے گا چاہے وہ معمولی قیمت کی ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح جوتے کا مقام پاؤں ہے اسلئے جوتے کو پاؤں میں ہی رکھا جائے گا اگرچہ وہ بہت قیمتی ہی کیوں نہ ہو۔ اور اس کے برعکس عمل کرنا ظلم کہلائے گا۔ شیعہ عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عادل ہے اور کسی بھی صورت میں اس سے ظلم کا صادر ہو جانا ممکن نہیں کیونکہ کسی بھی بُری اور معیوب صفت کو اس سے منسوب نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ ہر عیب اور ہر نقص سے پاک ہے۔

اگر پوری کائنات پر ایک نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ ہر شے کا دارومدار عدل پر ہے۔ جس شے کا جو مقام ہے اللہ نے اسے وہیں رکھا ہے اور اگر وہ اپنے مقام سے بال برابر بھی

ہٹ جائے تو پورا نظامِ کائنات تباہ ہوکر رہ جائے گا۔عقیدے اور عمل کی بنیاد بھی عدل پر ہے۔لہٰذا محمدؐ و آلِ محمدؑ کی شان کو گھٹانا اور غیر معصوم لوگوں کو ان کے مقام سے بڑھانا ہی اصل ظلم ہے اور اگر کوئی شخص شیعہ ہونے کا دعویٰ کر کے بھی یہ حرکت کرتا ہے تو وہ درحقیقت شیعہ مذہب کی بنیادوں کو اکھاڑنے میں مصروف ہے۔

نبوت

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اپنی مخلوق کو کبھی نہ ختم ہونے والی نعمتوں سے نوازے۔لیکن عدل کا تقاضا یہ ہے کہ نعمتیں صرف اس کو عطا کی جائیں جو خود کو ان نعمتوں کا حقدار ثابت کردے کیونکہ نااہل کو عطا کرنا عدل کے خلاف ہے۔اور انسان اللہ کی نعمتوں کا حقدار صرف اُس صورت میں بنتا ہے جب وہ اُس مقصد کو پورا کردے جس کیلئے اسے پیدا کیا گیا ہے اور وہ ہے محبت و معرفتِ اہلبیتؑ اور اس کیلئے ضروری ہے کہ عالمِ انسانیت کو اُس کے مقصدِ خلقت سے آگاہ کیا جاتا رہے تاکہ اس کے پاس کوئی عذر باقی نہ رہے۔چونکہ اللہ تعالیٰ بذاتِ خود لوگوں کے پاس آنہیں سکتا اس لئے اس نے اپنے کچھ سفیروں اور نمائندوں کو خلق کیا تاکہ وہ اللہ کے ترجمان بن کر اس کا پیغام لوگوں تک پہنچائیں۔اس سلسلے کو نبوت اور ان نمائندوں کو انبیاءؑ کہتے ہیں۔ہم جس نبیؐ کی امت ہیں اُن کا نامِ نامی اسمِ گرامی محمدِ مصطفیٰؐ ابن حضرتِ عبد اللہؑ ابن حضرتِ عبدالمطلبؑ ہے۔

نبوت کا مفہوم

''نباء'' عربی کا ایک لفظ ہے جس کے معنی ہیں ''خبر'' ۔اسی سے نبی بنا ہے اور نبی اُس ہستی کو

کہتے ہیں جسے اللہ کی طرف سے خبر دی جائے اور وہ یہ خبر بندوں تک پہنچائے۔ لہٰذا جب تک ''نباء'' کو نہیں سمجھا جائے گا اُس وقت تک نبوت بھی سمجھ میں نہیں آئے گی۔

نباء کیا ہے؟

اس لفظ کا مفہوم قرآنِ مجید کے سورۂ نباء کی آیات ۱ تا ۳ میں بیان فرمایا گیا ہے جہاں ارشاد ہوتا ہے۔ ''وہ لوگ کس چیز کے بارے میں ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں۔ اس عظیم خبر کے متعلق جس میں وہ اختلاف کرنے والے ہیں''۔

اس آیت کی تفسیر ہم آپ کو ائمہ معصومین کی زبانی سنواتے ہیں:۔

۱۔ اصول کافی میں امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں۔ ''نباءِ عظیم سے مراد ولایت علیؑ ہے''۔

۲۔ امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں۔ ''یہ آیت جناب امیرالمومنینؑ کی شان میں ہے اور جناب امیرالمومنینؑ فرمایا کرتے تھے کہ نہ تو اللہ تعالیٰ کی کوئی آیت مجھ سے بڑھ کر ہے اور نہ ہی کوئی خبر مجھ سے زیادہ عظیم ہے''۔

اِس مفہوم کو اور زیادہ واضح کرنے کیلئے ہم چند احادیث آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں تا کہ آپ کو یقین ہو جائے کہ سلسلۂ نبوت قائم کرنے سے اللہ تعالیٰ کا مقصد صرف اور صرف اہلبیتؑ کا تعارف کرانا تھا۔

۱۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا۔ ''کوئی نبی نہیں آیا مگر یہ کہ اس نے ہمارے حق کی معرفت کرائی اور ہماری فضیلت ہمارے غیر پر ثابت کرائی''۔

۲۔ امام جعفر صادقؑ ہی کا ارشاد ہے۔ ''ہماری ولایت اللہ کی ولایت ہے۔ اللہ نے کسی نبی کو

ہرگز مبعوث نہیں کیا مگر ہماری ولایت کی شرط کے ساتھ"۔

۳۔حضرتِ امیر المومنین نے فرمایا۔ "میں ہی وہ ہوں جس کی طرف تمام امتوں کو دعوت دی گئی تا کہ میری اطاعت کریں"۔

۴۔امام موسیٰ کاظمؑ کا فرمان ہے۔ "اللہ نے ولایتِ علیؑ کو تمام انبیاءؑ کے صحیفوں میں لکھ رکھا ہے"۔

سب سے بڑی دلیل ہم سورہ مائدہ کی آیت ۶۷ سے پیش کرتے ہیں۔ یہ آیت غدیرِ خُم کے میدان میں نازل ہوئی تھی اور اسی حکم کی تعمیل کرتے ہوئے آنحضرتؐ نے ایک لاکھ بیس ہزار اصحاب کے مجمعے میں ولایتِ علیؑ کا اعلان فرمایا تھا اور مولا علیؑ کو بلند کر کے ارشاد فرمایا تھا۔ **"مَن کُنتُ مولاہُ فَھٰذا علی" مولاہُ"** یعنی جس جس کا (آج تک) میں مولا تھا، اُس اُس کا (آج سے) علیؑ مولا ہے۔

آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔ "اے رسولؐ (اسی وقت) تبلیغ کر دے اس کی جو تیری طرف نازل کیا گیا ہے۔ اور اگر تو نے یہ تبلیغ نہ کی تو تو نے اللہ کی رسالت کا کوئی کام ہی سرانجام نہ دیا"۔

یہ واضح رہنا چاہیئے کہ تمام انبیاءؑ کی نبوتوں کا دارومدار ہمارے نبیؐ کی نبوت پر ہے اور مندرجہ بالا آیت بتاتی ہے کہ ہمارے نبیؐ کی نبوت کا دارومدار اعلانِ ولایتِ علیؑ پر ہے، کہ اگر چہ آنحضرتؐ پورا دین لوگوں تک پہنچا چکے تھے لیکن بغیر اعلانِ ولایت کئے آپؐ کی نبوت منسوخ ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ صرف یہی ایک آیت یہ بات

ثابت کرنے کیلئے کافی ہے کہ سلسلۂ نبوت جاری کرنے سے اللہ کا واحد مقصد ولایتِ علیؑ کا تعارف کرانا تھا۔

امامت

مذہبِ شیعہ کا اہم ترین رکن عقیدۂ امامت ہے اور اسی عقیدے کیوجہ سے شیعہ مذہب دیگر مذاہب سے جدا ہو کر پہچانا جاتا ہے۔ امامت اللہ تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے عہدوں میں بلند ترین عہدے کا نام ہے اور مقامِ امامت سے ہی اللہ کی ولایت کا ظہور ہوتا ہے۔

نبی اور امام میں فرق

نبی کا مطلب ہوتا ہے ''رہنما'' یعنی راستہ دکھانے والا۔ اور امام کا مطلب ہوتا ہے۔ ''راہبر'' یعنی ہاتھ پکڑ کر منزلِ مقصود تک پہنچانے والا۔ یہی وجہ ہے کہ بروزِ قیامت تمام انسانوں کا حشر نشر نبی کے ساتھ نہیں ہونا بلکہ امام کے ساتھ ہونا ہے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ نے سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ۷۱ میں بیان فرمائی ہے جہاں ارشاد ہوتا ہے۔ ''یاد کرو اس دن کو جب کہ ہم تمام انسانوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے''۔ اس لئے یہ بات انتہائی ضروری ہے کہ انسان اُس صحیح امام کو پہچانے جو اللہ کی طرف سے ہو۔ کیونکہ اگر غلط امام کا انتخاب کرلیا تو پھر اسی کے ساتھ محشور ہونا پڑے گا اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جہنم میں رہنا پڑے گا۔ امامت کی اسی اہمیت کے پیش نظر حضرت ختمی مرتبتؐ نے ارشاد فرمایا۔ ''جو مر گیا اور اس نے اپنے زمانے کے (صحیح اور منجانب اللہ) امام کو نہ پہچانا تو وہ جاہلیت، کفر اور نفاق کی موت مرا''۔

اماموں کی تعداد ازل سے ابد تک بارہ ہے۔عربی میں بارہ کو "اثناعشر" کہتے ہیں اور اسی اعتبار سے ہم لوگ خود کو "اثناعشری" یعنی بارہ اماموں کو ماننے والا کہتے ہیں۔ائمہ کی اس تعداد یعنی بارہ میں نہ کوئی اضافہ ہوسکتا ہے اور نہ کمی۔لہٰذا جو بھی یہ تعداد گھٹائے یا بڑھائے وہ مذہب حقہ اثناعشری سے خارج ہے۔

ذیل میں ہم بارہ اماموںؑ کے اسمائے گرامی درج کرتے ہیں جو آپ کو ہمیشہ یاد رہنے چاہئیں:۔

پہلے امامؑ:۔ امیرالمومنین علیؑ ابنِ ابی طالبؑ صلوات اللہ علیہ

دوسرے امامؑ:۔ امام حسنؑ ابنِ علیؑ صلوات اللہ علیہ

تیسرے امامؑ:۔ امام حسینؑ ابنِ علیؑ صلوات اللہ علیہ

چوتھے امامؑ:۔ امام علیؑ ابنِ الحسینؑ (زین العابدین) صلوات اللہ علیہ

پانچویں امامؑ:۔ امام محمدؑ ابنِ علیؑ (باقر) صلوات اللہ علیہ

چھٹے امامؑ:۔ امام جعفرؑ ابنِ محمدؑ (صادق) صلوات اللہ علیہ

ساتویں امامؑ:۔ امام موسیٰؑ ابنِ جعفرؑ (کاظم) صلوات اللہ علیہ

آٹھویں امامؑ:۔ امام علیؑ ابنِ موسیٰؑ (رضا) صلوات اللہ علیہ

نویں امامؑ:۔ امام محمدؑ ابنِ علیؑ (تقی) صلوات اللہ علیہ

دسویں امامؑ:۔ امام علیؑ ابنِ محمدؑ (نقی) صلوات اللہ علیہ

گیارہویں امامؑ:۔ امام حسنؑ ابنِ علیؑ (عسکری) صلوات اللہ علیہ

بارہویں امامؑ

یہی وہ امامؑ ہیں جن پر بارہ کی تعداد مکمل ہوتی ہے اور اللہ کا وعدہ اسی مقدس ہستی پر آکر پورا ہونا ہے جیسا کہ قرآنِ مجید میں ارشاد ہوا۔ ''اللہ اپنے نور کو مکمل کر کے رہے گا چاہے کافروں کو برا ہی کیوں نہ لگے''۔ یہی وہ نورِ مجسم ہے جس کے انتظار میں ہم زندہ ہیں۔ یہی ہمارے امامِؑ زمانہ ہیں، انہی کی معرفت ہم پر لازم ہے اور انہی کے ساتھ ہمیں محشور ہونا ہے۔ آپؑ کا نامِ نامی اسمِ گرامی ''م ح م د'' ہے لیکن چونکہ غیبت کے زمانے میں ان کا نام مجمعِ عام میں لینے کی ممانعت کی گئی ہے اس لئے ہم انہیں قائم آلِ محمدؑ، بقیۃ اللہ، حضرتِ حجتؑ اور حضرتِ صاحبؑ الزمان کہکر پکارتے ہیں۔ آپؑ کے والد امام حسن عسکریؑ اور والدہ جناب نرجسؑ خاتون ہیں۔ اس دنیا میں آپؑ کا ظہور ۱۵ شعبان ۲۵۴ھ کو ہوا۔ بعض روایات میں ۲۵۵ھ اور بعض میں ۲۵۶ھ بھی وارد ہوا ہے۔ چونکہ حکومتِ وقت آلِ محمدؑ کے خون کی پیاسی تھی اور ہر قیمت پر اس سلسلۂ ہدایت کو ختم کر دینا چاہتی تھی اس لئے آپؑ کے ظہور کو عام لوگوں سے پوشیدہ رکھا گیا اور صرف خاص اور قابلِ اعتماد لوگوں کو آپؑ کی زیارت نصیب ہوئی۔ گیارہویں امامؑ کی شہادت کے بعد آپ غیبت میں چلے گئے لیکن چند مخصوص لوگوں سے آپ کا رابطہ رہا۔ یہ عرصہ ۶۹ برس پر محیط ہے اور اسے غیبتِ صغریٰ کہا جاتا ہے۔ لیکن ۳۲۹ھ میں آپ نے مکمل غیبت اختیار فرمائی اور اب تا دمِ ظہور کسی سے بھی آپؑ کا رابطہ نہیں ہے اور اگر کوئی اِس زمانے میں آپؑ سے رابطہ رکھنے کا دعویٰ کرتا ہے تو ایسے لوگوں کی نشاندہی آنجنابؑ نے خود فرما دی اور اپنے آخری خط میں لکھا۔ ''جو شخص آسمانی چیخ اور خروج دجال

سے پہلے ہمارے مشاہدے کا دعوٰی کرے تو وہ بہت بڑا جھوٹا اور ہم پر اتہام لگانے والا ہے ''۔ اس زمانے کو غیبتِ تامہ یعنی مکمل غیبت کا زمانہ کہا جاتا ہے۔ آپؑ کے ظہور کے وقت کا کسی کو علم نہیں اور جب اللہ چاہے گا تو بحکم خدا آپؑ ظہور فرمائیں گے اور دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جبکہ وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہوگی۔

رجعت

رجعت پر اعتقاد رکھنا ضروریاتِ مذہب سے ہے اور معصومؑ کے فرمان کے مطابق جو شخص رجعت پر یقین نہیں رکھتا اُس کا مذہب شیعہ سے کوئی تعلق نہیں۔ رجعت یہ ہے کہ حضرتِ صاحبؑ الزمان کا دورِ امامت ختم ہونے کے بعد زمین کا وہ دور جو ہمارے نبیؐ سے شروع ہوا تھا، ختم ہو جائے گا اور اُس کے بعد دورِ قیامت شروع ہوگا۔ یہ ایک طویل زمانہ ہوگا اور اس کے دوران باری باری تمام ائمہ تشریف لائیں گے اور پوری زمین پر حکومت کریں گے۔

ہمارے امامؑ زمانہ جب ظہور فرمائیں گے تو وہ ان کا دورِ امامت ہوگا۔ لیکن رجعت میں آپؑ پھر تشریف لائیں گے اور دیگر ائمہ کی طرح پوری زمین پر ایک طویل عرصے تک حکومت کریں گے۔

عقیدۂ عصمت

یہ شیعہ مذہب کا بنیادی عقیدہ ہے۔ عصمت کا مطلب یہ ہے کہ نبی یا امام سے کسی بھی قسم کا کوئی گناہ، خطا یا بھول چوک کا صدور نہیں ہو سکتا۔ اگر حجتِ خدا کیلئے اِن چیزوں کا صدور ممکن ہوتا تو پورا دین ہی مشکوک ہو کر رہ جاتا کیونکہ اُس صورت میں معلوم ہی نہ ہوتا کہ وہ

کب سچ بول رہا ہے اور کب جھوٹ کہہ رہا ہے۔ اور چونکہ وہ تمام لوگوں کیلئے ایک نمونۂ عمل ہوتا ہے اس لئے اگر اس سے گناہ صادر ہو تو وہ اُس کی سنت کہلائے گی اور لوگوں پر بھی گناہ کرنا لازم ہو جائے گا اور اس طرح اللہ کا دین ایک تماشا بن کر رہ جائے گا۔

یہ بہر حال واضح رہنا چاہیئے کہ عصمت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک جبری اور دوسرے اختیاری۔ فرشتوں کی عصمت جبری ہوتی ہے کیونکہ اُن میں گناہ کرنے کی قوت موجود ہی نہیں ہوتی۔ لیکن اللہ کی حجتوں کی عصمت جبری نہیں بلکہ اختیاری ہوتی ہے۔ یعنی وہ گناہ کرنے پر قدرت رکھتے ہوئے بھی گناہ نہیں کرتے۔ اور یہی بات اُن کے درجات کو انکے ماسوا سے بلند اور ممتاز کرتی ہے۔ نبوت اور امامت کیلئے عصمت ایک لازمی شے ہوتی ہے اور بغیر عصمت کے نبوت اور امامت کا وجود ایک بیکار شے ہے۔

خصوصیاتِ نبی و امام

۱۔ نبوت ہو یا امامت، یہ دونوں عہدے اللہ تعالیٰ ہی عطا کرتا ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی شخص پڑھ لکھ کر یا محنت اور ریاضت کر کے نبی یا امام بن جائے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ جب نبی یا امام کو وجود میں لاتا ہے تو وہ اسی وقت سے نبی یا امام ہوتا ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ کوئی کچھ عرصے تک نبی اور امام نہ ہو اور بعد میں اللہ تعالیٰ اسے نبی یا امام بنا دے۔

۳۔ انبیاءؑ اور ائمہؑ کے آبا و اجداد حضرت آدمؑ تک، کبھی کافر، مشرک اور گنہگار نہیں ہو سکتے۔

۴۔ ان میں ظاہری و باطنی کوئی عیب نہیں ہوتا اور نہ کوئی ایسی چیز ان میں ہوسکتی ہے جس سے

لوگ نفرت کریں مثلاً اندھا، بہرا، گونگا، کوڑھی یا جاہل ہونا۔

۵۔ وہ ہر گناہ، خطا اور بھول، چوک سے پاک ہوتے ہیں یعنی معصوم ہوتے ہیں۔

۶۔ نبی اور امام صاحبِ معجزہ ہوتے ہیں اور معجزہ ان کا ذاتی فعل ہوتا ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔ معجزے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شے اپنی فطرت تبدیل کرلے۔ مثلاً پتھروں کی فطرت خاموش رہنا ہے لیکن اگر نبی اور امام کے حکم سے پتھر بولنے لگیں تو یہ معجزہ کہلائے گا۔

قیامت

لفظِ قیامت دو چیزوں پر بولا جاتا ہے۔ ایک ''دورِ قیامت''۔ یعنی رجعت۔ اور دوسرے ''یومِ قیامت''۔ یہ ایک دن ہے جب جنت والوں کو جنت میں اور جہنم والوں کو جہنم میں بھیجا جائے گا۔

قبر میں سوال وجواب

جب انسان مرجاتا ہے اور اسے قبر میں دفن کردیا جاتا ہے تو دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں، اللہ کے حکم سے اس کے جسم میں روح دوبارہ داخل کی جاتی ہے اور وہ فرشتے اس سے کچھ سوالات کرتے ہیں۔ اگر اُس نے تمام سوالوں کے صحیح جوابات دے دیئے تو فرشتے اسے جنت کی خوشخبری دے کر چلے جاتے ہیں اور اس پر جنت کی نعمتوں کا نزول شروع ہوجاتا ہے۔ اور اگر اس نے غلط جواب دیئے تو فرشتے اسے جہنم کی خبر دیتے ہیں اور جہنم کی تکالیف اس تک پہنچنا شروع ہوجاتی ہے۔ جو فرشتے کافروں یعنی دشمنانِ اہلبیتؑ کے پاس

آتے ہیں ان کے نام منکر اور نکیر ہیں اور جو فرشتے مومن کے پاس آتے ہیں ان کے نام مبشر اور بشیر ہیں۔ قبر میں جناب امیر المومنین تشریف لاتے ہیں اور سوالوں کا جواب دینے میں اپنے شیعوں کی مدد کرتے ہیں اور اپنے دشمنوں کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ ذیل میں ہم قبر میں پوچھے جانے والے سوالات اور ان کے صحیح جوابات درج کرتے ہیں۔

	سوال	جواب
۱	مَن رَبُّک (تیرا رب کون ہے؟)	اللہ ربّی (میرا رب اللہ ہے)
۲	مَن دینک (تیرا دین کیا ہے؟)	اسلامُ دینی (میرا دین اسلام ہے)
۳	مَن نبیّک (تیرا نبی کون ہے؟)	محمدٌ رسول اللہ نبیّی (محمدؐ رسول اللہ میرا نبی ہے)
۴	مَن امامُکَ ووَلیّک (تیرا امام اور تیرا ولی کون ہے؟)	علیٌّ ابنِ ابی طالب امامی وولیّی (حضرتِ امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب میرے امام اور میرے ولی ہیں)
۵	مَن کتابکَ (تیری کتاب کون سی ہے؟)	القرآنُ کتابی (میری کتاب قرآن ہے)
۶	مَن قبلَتُک (تیرا قبلہ کون سا ہے)	الکعبةُ قبلَتی (خانۂ کعبہ میرا قبلہ ہے)

فشارِ قبر

فشارِ قبر کا مطلب یہ ہے کہ قبر کے دونوں سرے آپس میں مل جاتے ہیں اور مُردے کو پیس کر رکھ دیتے ہیں لیکن مومن کو فشارِ قبر نہیں ہوتا۔

برزخ

انسان کے مرنے سے لے کر یومِ قیامت تک جو مدت ہے اُسے برزخ کہتے ہیں اور انسان ایک ایسے جسم کے ساتھ وہاں رہتا ہے جو انتہائی لطیف اور نظر نہ آنے والا ہوتا ہے۔

میزان اور صراط

میزان کے معنی ہیں ترازو۔ روایات کے مطابق قیامت کے دن ایک ترازو لگائی جائے گی جس میں لوگوں کے اعمال کو تولا جائے گا۔ جس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگا اسے جنت میں بھیج دیا جائے گا اور جس کی برائیوں کا پلڑا بھاری ہوگا وہ جہنم کا ایندھن بن جائے گا۔ صراط کے متعلق یہ روایات ہیں کہ وہ جہنم کے اوپر ایک پُل ہوگا جو تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہوگا۔ مومن اس پر سے بہ آسانی گزر جائیں گے اور کافر اس پر سے نہیں گزر سکیں گے اور کٹ کر جہنم میں جا پڑیں گے۔

یہ تو تھی روایات کی بات لیکن میزان اور صراط کی حقیقت کیا ہے یہ بھی معصومینؑ نے ہمیں بتا دیا ہے۔ مولا علیؑ فرماتے ہیں۔ **"انا المیزان"** یعنی میزان میں ہوں۔ اور رسول اللہؐ فرماتے ہیں۔ "یا علیؑ انت صراط المستقیم"۔ یعنی یا علیؑ! تو ہی صراطِ مستقیم ہے۔ پس جان لینا چاہیئے کہ میزان اور صراط دونوں سے مراد میرے مولا امیر المومنین ہیں اور اہلِ محشر کو انہی کی

محبت و معرفت کی کسوٹی پر پرکھا جائے گا۔

شفاعت

شفاعت کے معنی ہیں "اپنا حصہ لے لینا"۔ چنانچہ قیامت کے دن حضراتِ معصومینؑ اپنے موالیوں کو چُن چُن کر نکال لیں گے اور جنت میں بھیج دیں گے۔ شیطان بھی اپنے تمام مریدوں کو چُن چُن کر نکال لے گا اور اپنے ساتھ جہنم میں لے جائے گا۔

احکام

اللہ نے ہمیں کچھ کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے جنہیں اوامر (امر کی جمع) کہتے ہیں۔اور کچھ کاموں کے نہ کرنے کا حکم دیا ہے جنہیں نواہی (نہی کی جمع) کہتے ہیں۔اوامر اور نواہی دونوں کی دو دو قسمیں ہیں۔

اوامر کی اقسام

۱۔**واجب:۔** یہ وہ کام ہیں جن کے کرنے پر ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے پر گناہ لازم آتا ہے۔مثلاً نماز،روزہ،اطاعتِ والدین وغیرہ

۲۔**مُستَحَب:۔** یہ وہ کام ہیں جن کے کرنے پر ثواب ملتا ہے لیکن نہ کرنے پر گناہ نہیں ہوتا مثلاً نفل نمازیں یا رمضان کے علاوہ اور دنوں میں روزے رکھنا وغیرہ

نواہی کی اقسام

۱۔**حرام:۔** یہ واجب کی ضد ہے یعنی ایسے کام جن کے نہ کرنے پر ثواب ملتا ہے اور کرنے پر گناہ لازم آتا ہے۔مثلاً شراب پینا یا خنزیر کھانا وغیرہ۔

۲۔**مکروہ:۔** یہ مستحب کی ضد ہے یعنی ایسے کام جن کے نہ کرنے پر ثواب ہوتا ہے لیکن کرنے پر گناہ نہیں ہوتا۔مثلاً ایسے پانی سے وضو کرنا جو دھوپ سے گرم ہوا ہو وغیرہ۔

اوامر اور نواہی کے درمیان ایک چیز اور بھی ہوتی ہے اور وہ ہے مباح۔اسے جائز یا حلال

بھی کہتے ہیں۔ یہ محض اجازت ہوتی ہے جس کا ثواب یا گناہ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ یعنی نہ تو اس کے کرنے پر کوئی ثواب ملتا ہے اور نہ ہی اس کے نہ کرنے پر کوئی گناہ ملتا ہے۔ مثلاً گائے کا گوشت کھانا وغیرہ۔

اوامر اور نواہی کے بارے میں آپ نے جان لیا اور اب یہ سمجھئے کہ انسان پر اِن دونوں کا اطلاق اُس وقت ہوتا ہے جب وہ بالغ ہوجائے۔ مرد اور عورت کی بلوغت کی الگ الگ صورتیں ہیں جو ہم ذیل میں بیان کرتے ہیں۔

لڑکا اُس وقت بالغ ہوتا ہے جب تین علامتیں یا ان میں سے کوئی ایک علامت ظاہر ہوجائے۔ یعنی یا تو وہ ۱۵ برس کا ہوجائے، یا اسے احتلام آنے لگے، یا اس کے زیرِ ناف بال اُگ آئیں۔

لڑکی اُس وقت بالغ ہوتی ہے جب دو علامتیں یا اُن میں سے کوئی ایک علامت ظاہر ہوجائے۔ یعنی یا تو وہ ۹ برس کی ہوجائے یا وہ خونِ حیض دیکھ لے۔

(بچے ان کی تفصیلات اپنے والدین سے معلوم کریں)

احکامِ طہارت

<u>طہارت ایسی صفائی اور ستھرائی کو کہتے ہیں جو شرعی احکام کے تحت کسی نجاست کو دور کرنے کیلئے کی جائے۔</u> لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ پہلے آپ نجاست اور نجس کے بارے میں جانیں۔

نجاست وہ شے ہوتی ہے جو خود بھی نجس ہو اور دوسری اشیاء کو بھی نجس کرتی ہو اور اُسے کسی

بھی صورت میں پاک نہ کیا جا سکتا ہو۔

نجس وہ شے ہے جو ذاتی طور پر پاک ہو لیکن گیلی حالت میں کسی نجاست سے مَس ہوگئی ہو۔ ایسی شے کو پاک کیا جا سکتا ہے۔

مندرجہ ذیل چیزیں نجاست کہلاتی ہیں:۔

۱۔ناصبی (ناصبی وہ ہوتا ہے جو اہلبیتؑ کے موالیوں کو دشمن رکھتا ہو)۔۲۔مشرک۔۳۔کافر۔ ۴۔پیشاب۔۵۔پاخانہ۔۶۔منی۔۷۔مُردار۔۸۔ایسے جان دار کا خون جس کا خون اُچھل کر نکلتا ہو۔۹۔کتا۔۱۰۔سُور۔۱۱۔شراب اور مست کر دینے والی کوئی بھی مائع چیز۔ ۱۲۔نجاست خور حیوان کا پسینہ۔

اِن نجاستوں سے لگ کر جو شے نجس ہو جائے اسے پاک کرنے کے مختلف طریقے ہیں جن کی تفصیل اِس مقام پر بیان نہیں کی جا سکتی۔والدین کا فرض ہے کہ وہ طہارت کے متعلق مکمل معلومات اپنے بچوں تک پہنچائیں اور اس سلسلے میں اگر ضرورت ہو تو وہ ہماری کتاب ''کشف الاحکام'' سے مدد لے سکتے ہیں۔

وضو کے احکام

اب جبکہ ہم نماز کے احکام بیان کرنے جا رہے ہیں تو پہلے اُن چیزوں کا بیان ضروری ہے جنہیں مقدماتِ نماز کہا جاتا ہے اور جن کو کئے بغیر نماز نہیں پڑھی جا سکتی۔ان میں سب سے پہلی چیز طہارت ہے۔یعنی جب انسان نماز پڑھنے کا ارادہ کرے تو اُس کا جسم، اُس کا لباس اور وہ جگہ پاک ہونی چاہیئے جہاں اسے نماز پڑھنی ہے۔طہارت کے بعد دوسرا مقدمہ وضو

ہے جس کیلئے مندرجہ ذیل چیزیں ضروری ہیں:۔

ا۔ <u>نیت:۔</u> جیسے ہر کام کیلئے نیت ضروری ہے اسی طرح وضو کیلئے بھی نیت چاہیئے۔نیت کا تعلق دل سے ہے۔دل میں ارادہ کرلینا اور مقصد وغرض مقرر کرلینا، یہی نیت ہے اور اس کیلئے زبان سے الفاظ ادا کرنا ضروری نہیں۔وضو سے پہلے یہ نیت کرنا چاہیئے:۔

<u>''وضو کرتا/کرتی ہوں واسطے رَفع ہونے حَدَث کے اور مباح ہونے نماز کے واجب قُربتہً اِلی اللہ''۔</u>

۲۔وضو کا پانی خالص ہو۔یعنی ایسا پانی نہ ہو جس میں باہر سے کوئی چیز مِل جانے سے اُس کا رنگ، بُو یا ذائقہ تبدیل ہوگیا ہو۔البتہ اگر رکھے رکھے خود بخود پانی کا رنگ، بُو یا ذائقہ بدل جائے اور باہر سے کوئی چیز اُس میں نہ مِلی ہو تو بحالتِ مجبوری ایسے پانی سے وضو کرنا جائز ہے۔لیکن اگر خالص پانی میّسر ہو تو ایسے پانی سے بھی وضو نہیں کرنا چاہیئے۔

۳۔پانی انسان کا اپنا ہو اور کسی سے چھینا ہوا نہ ہو۔یا پھر جس کا پانی ہو اُس سے اجازت لے لی گئی ہو۔

۴۔جس جگہ وضو کیا جارہا ہو وہ جگہ بھی اپنی ہو اور چھینی ہوئی نہ ہو۔یا پھر جس کی جگہ ہو اس سے اجازت لے لی گئی ہو۔

۵۔وضو کرنے سے پہلے جسم، لباس اور وہ جگہ پاک ہونا چاہیئے جہاں نماز پڑھنی ہے۔

۶۔جس برتن میں وضو کا پانی ہو وہ سونے یا چاندی کا نہ ہو اور نہ کسی سے چھینا ہوا ہو اور نہ اس پر کوئی تصویر بنی ہوئی ہو۔

۷۔ وضو خود کرنا چاہیئے اور اس میں دوسرے شخص سے مدد نہیں لینی چاہیئے۔ البتہ بحالتِ مجبوری جائز ہے۔

۸۔ اس بات کو یقینی بنانا چاہیئے کہ پانی اعضاءِ وضو تک پہنچ جائے اور اس سلسلے میں ہر رکاوٹ مثلاً چکنائی اور انگوٹھی وغیرہ دور کرلینا چاہیئے۔

۹۔ وضو کے دوران باتیں نہیں کرنا چاہیئے۔

طریقۂ وضو

۱۔ وضو کرنے سے پہلے دو مرتبہ کلائیوں تک ہاتھ دھونا، تین مرتبہ کُلّی کرنا اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالنا مستحب ہے۔ لیکن اگر انسان یہ نہ کرے تو اس کے وضو پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

۲۔ اس کے بعد وضو کی نیت کرے۔

۳۔ پھر ایک چُلّو پانی لے کر چہرے کو دھوئے۔ چہرے کی حد پیشانی کے اوپر سر کے بالوں کے اُگنے کی جگہ سے لیکر ٹھوڑی کے نیچے تک لمبائی میں اور چوڑائی میں چہرے کا وہ حصہ ہے جو ہاتھ کے انگوٹھے اور درمیانی انگلی کے گھیرے میں آجائے۔ چہرے کا دھونا پیشانی کے اوپر سے شروع کرے اور ٹھوڑی پر ختم کرے اور اس بات کو یقینی بنائے کہ چہرے کا کوئی بھی حصہ خشک نہ رہ جائے اور اس مقصد کیلئے چہرے پر کئی مرتبہ ہاتھ پھیر لینا چاہیئے اور یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ چہرے کی حدود سے باہر (مثلاً کنپٹی یا گردن وغیرہ) ہاتھ نہ پھیرے۔

۴۔ پھر دایاں ہاتھ کُہنی سے لیکر اُنگلیوں کے سروں تک دھوئے اور اس کیلئے بھی صرف ایک چُلّو پانی استعمال کرے۔

۵۔ پھر بایاں ہاتھ کُہنی سے لیکر اُنگلیوں کے سروں تک دھوئے اور اس کیلئے بھی صرف ایک چُلو پانی استعمال کرے۔

لڑکا جب ہاتھ دھوئے تو پانی اپنے ہاتھ کی پُشت یعنی کُہنیوں پر ڈالے۔

لڑکی جب ہاتھ دھوئے تو پانی اپنے ہاتھ کے سامنے والے حصے پر ڈالے۔

۶۔ اس کے بعد کم از کم تین اُنگلیوں سے سر کے اگلے حصے کے اوپر سے لیکر بال اُگنے کی جگہ تک مسح کرے۔ دو انگلیوں سے مسح کرنا کافی نہیں ہے۔

۷۔ پھر دائیں ہاتھ سے دائیں پاؤں کا مسح کرے۔

۸۔ پھر بائیں ہاتھ سے بائیں پاؤں کا مسح کرے۔

پاؤں پر مسح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی ہتھیلی پاؤں کی انگلیوں پر رکھ کر ٹخنے تک گھسیٹتا ہوا لے جائے۔ صرف انگلیوں سے مسح نہیں ہوتا۔ سر اور پاؤں کا مسح کرتے وقت یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ صرف ہاتھ حرکت کرے اور سر اور پاؤں حرکت نہ کریں۔

وضو کے سلسلے میں یہ جان لینا ضروری ہے کہ لڑکا ننگے سر وضو کرے لیکن لڑکی اوڑھنی سر پر رکھ کر وضو کرے اور سر پر مسح کرتے وقت اوڑھنی کے اندر ہاتھ ڈال لے۔ البتہ صبح اور مغرب کی نمازوں کیلئے مسح کرتے وقت لڑکی کو اوڑھنی سر سے ہٹا لینا چاہیئے۔

وہ چیزیں جو وضو کو باطل کرتی ہیں

سات چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے:۔

۱۔ پیشاب

۲۔ پاخانہ

۳۔ منی

۴۔ ریح (گیس نکلنا)

۵۔ نیند جو عقل کو زائل کردے۔ لیکن اگر انسان آوازوں میں تمیز کرنے کے قابل رہے تو وضو نہیں ٹوٹے گا

۶۔ مستی

۷۔ بے ہوشی

یہ واضح رہے کہ قے (اُلٹی) آنے، نکسیر پھوٹنے، ناخن یا بال کاٹنے اور قہقہہ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

اگر ہڈی ٹوٹ جانے یا زخم آجانے کیوجہ سے انسان نے کوئی لیپ لگایا ہوا ہو یا پٹی باندھی ہوئی ہو اور زخم والی جگہ پر پانی لگنے سے نقصان کا اندیشہ ہو تو جہاں تک پانی پہنچ سکتا ہے یعنی جہاں پٹی یا لیپ نہیں ہے اُسے تو دھوئے اور جسے نہیں دھو سکتا اس کے اوپر صرف تر ہاتھ پھیر دے۔ ایسی صورت میں وضو صحیح ہوگا۔

تیمّم

جب انسان وضو نہ کر سکے تو اُسے چاہیئے کہ تیمم کرے اور اس کی چند صورتیں ہیں:۔

ا۔ جب باوجود تلاش کرنے کے پانی میسر نہ ہو۔

۲۔ یا صرف اتنا پانی ہو کہ پی لیا جائے اور وضو کرنے کی صورت میں پیاسا رہ جانے کا خوف

ہو۔

۳۔ جب پانی سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

۴۔ جب نماز کا وقت اتنا تنگ رہ گیا ہو کہ اگر وضو کرے گا تو نماز کا وقت نکل جائے گا۔

تیمّم کا طریقہ

تیمم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان نیت کرے کہ "تیمم کرتا/کرتی ہوں بدلے وضو کے واجب قربۃً اِلی اللہ"

پھر فوراً دونوں ہاتھ پاک زمین یا مٹی پر مارے، پھر ہاتھ جھاڑ کر دونوں ہتھیلیوں سے سر کے بال اُگنے کی جگہ سے پوری پیشانی کا مسح کرے۔اس کے بعد دوبارہ ہاتھ زمین پر مارے اور جھاڑ کر کلائی سے انگلیوں کے سروں تک مسح کرے۔ پہلے دائیں ہاتھ کا پھر بائیں ہاتھ کا۔

تیمم کے سلسلے میں چند باتیں ذہن میں ضرور رکھنی چاہئیں۔سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ تیمم پاک اور خشک مٹی پر کیا جاتا ہے۔اگر پاک اور خشک مٹی میسر ہو تو کسی اور شے پر تیمم نہیں کرنا چاہیئے بشرطیکہ یہ مٹی راستے کے غبار سے نہ ہو۔لیکن اگر پاک اور خشک مٹی میسر نہ ہو تو ایسے پاک کپڑے پر جس میں غبار موجود ہو، چونے پر اور گیلی مٹی پر بھی تیمم کیا جا سکتا ہے البتہ راکھ پر تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔دوسری بات یہ کہ جیسے ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھی جا سکتی ہیں اُسی طرح ایک تیمم سے بھی کئی نمازیں پڑھی جا سکتی ہیں کیونکہ تیمم وضو کا بدل ہوتا ہے۔

احکامِ نماز

اللہ نے جن جن اعمال کے بجالانے کا حکم دیا ہے اُن سب میں افضل ترین عمل نماز ہے جو انسان کو یاد دلاتی ہے کہ وہ کسی کا بندہ ہے، کسی کا پیدا کیا ہوا ہے اور کسی کا محتاج ہے۔ آگے چل کر ہم یہ بتائیں گے کہ نماز کی حقیقت اور مقصدِ اصلی کیا ہے۔ یہاں ہم نماز کے وہ احکام اور اس کا وہ طریقہ لکھ رہے ہیں جو حضراتِ معصومینؑ نے ہمیں بتایا ہے۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھیئے کہ قرآنِ مجید میں اللہ نے ہمیں تین اطاعتوں کا حکم دیا ہے جیسا کہ ارشاد ہوا۔ ''اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ اور اولی الامر (یعنی امامؑ) کی''۔ لہٰذا اِن تین اطاعتوں کے علاوہ کسی غیر معصوم کی آنکھ بند کر کے اطاعت کرنا ہمارے لئے حرام ہے اور شرک فی العبادت کے زمرے میں آتا ہے۔ یہ بات کوئی اہمیت نہیں رکھتی کہ انسان کیا عمل کر رہا ہے چاہے وہ اچھا عمل کر رہا ہو یا برا۔ اصل بات یہ دیکھنا ہے کہ وہ کس کی اطاعت میں عمل کر رہا ہے۔ عمل چاہے اچھا ہی کیوں نہ ہو لیکن اگر اطاعتِ خدا و رسولؐ و امامؑ سے منھ موڑ کر کیا جا رہا ہو تو وہ عبادتِ شیطان کہلائے گا۔ لیکن اگر وہی عمل اطاعتِ خدا اور رسولؐ و امامؑ کے تحت کیا جا رہا ہو تو وہ عبادتِ خدا کہلائے گا۔ لہٰذا جب بھی آپ کو کوئی مسئلہ درپیش ہو تو ہمیشہ یہ جاننے کی کوشش کریں کہ اُس مسئلے میں اللہ کا حکم کیا ہے کیونکہ کسی غیرِ معصوم کے فتوے پر عمل کرنا اللہ کی مخالفت کرنا اور خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

واجباتِ نماز

نماز میں چند چیزیں ایسی ہیں جو واجب ہیں اور اُن کو اگر ادا نہ کیا تو نماز باطل ہو جاتی ہے۔ ان کے علاوہ باقی چیزیں مستحب ہیں جن کے ترک ہو جانے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ لیکن اسکا مطلب یہ بھی نہیں کہ جان بوجھ کر انھیں ترک کیا جائے۔

نماز میں مندرجہ ذیل چیزیں واجب ہیں:۔

۱۔وقت کی پہچان

۲۔طہارت (وضو)

۳۔ قبلے کی طرف رخ

۴۔مکمل توجہ۔یعنی نماز پڑھتے وقت دھیان اِدھر اُدھر نہ ہو۔

۵۔رکوع

۶۔سجدہ

۷۔حمد اور سورہ کی قراءت

اوقاتِ نماز

قرآن مجید میں اللہ نے نماز کے تین اوقات بیان فرمائے ہیں۔صبح، دن اور رات۔لیکن اِن تین اوقات میں نمازوں کی تعداد پانچ ہے۔صبح ،ظہر ،عصر ،مغرب اور عشا۔ذیل میں ہم ان پانچوں نمازوں کے اوقات بیان کرتے ہیں۔

<u>یہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ وقت کے بعد تو نماز ہو سکتی ہے اور اگر وقت ختم ہو گیا ہو تو قضا</u>

بھی پڑھی جاسکتی ہے لیکن وقت سے پہلے کسی صورت میں بھی نماز نہیں پڑھی جاسکتی اور اگر کسی نے وقت سے پہلے نماز پڑھ لی تو ایسی نماز باطل ہے اور اُسے وہ نماز دوبارہ پڑھنی پڑے گی۔ لہٰذا اوقاتِ نماز کو غور سے پڑھیئے اور یاد رکھیئے اور اس بات کو یقینی بنایئے کہ وقت سے پہلے ہرگز نماز نہ پڑھیں۔

صبح کی نماز کا وقت اُس وقت ہوتا ہے جب صبح کی سفیدی آسمان پر پھیل جائے اور صبح ظاہر ہوجائے۔ یہ نماز سورج کے طلوع ہونے سے پہلے پہلے تک پڑھی جاسکتی ہے۔

ظہر کی نماز کا وقت اُس وقت ہوتا ہے جب سورج ڈھل جائے اور سایہ ایک ہاتھ کے برابر ہوجائے۔

عصر کی نماز کا وقت اُسی وقت شروع ہوجاتا ہے جب ظہر کی نماز کا وقت ہوجائے۔ لیکن ظہر کی نماز پہلے پڑھنی ہوتی ہے اور اگر انسان غلطی سے عصر کی نماز پہلے پڑھ لے تو اُس نماز کو دوبارہ پڑھنا پڑے گا۔ یہ دونوں نمازیں سورج غروب ہونے تک پڑھی جاسکتی ہیں۔

مغرب کی نماز کا وقت اُس وقت ہوتا ہے جب سورج ڈوب جائے اور مشرق کیطرف جو سُرخی ہوتی ہے وہ غائب ہوجائے۔

عشاء کی نماز کا وقت اُسی وقت شروع ہوجاتا ہے جب مغرب کی نماز کا وقت ہوجائے۔ لیکن مغرب کی نماز پہلے پڑھی جائے گی اور اگر کسی نے عشاء کی نماز پہلے پڑھ لی تو اُس نماز کو دوبارہ پڑھنا پڑے گا۔ عشاء کی نماز آدھی رات تک پڑھی جاسکتی ہے۔

اگر کوئی شخص غلطی سے ظہر سے پہلے عصر اور مغرب سے پہلے عشاء کی نماز شروع کردے اور

دورانِ نماز اُسے یاد آجائے تو اسے چاہیئے کہ دورانِ نماز ہی اپنی نیت تبدیل کر لے۔اس طرح اُس کی نماز صحیح ہوگی۔

طہارت اور وضو کے احکام پہلے ہی بیان کئے جا چکے ہیں اس لئے انہیں دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

قبلے کی طرف رخ

جس طرف انسان کا رُخ ہو اسے قبلہ کہتے ہیں۔نماز پڑھنے کیلئے لازمی ہے کہ انسان کا رخ خانۂ کعبہ کیطرف ہو اور جان بوجھ کر کعبے کی طرف رخ نہ کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے بلکہ انسان جہنمی ہو جاتا ہے۔

☆اگر کوئی شخص غلطی سے یا لاعلمی سے کعبے کی طرف رخ نہ کرے اور نماز پڑھ لے اور بعد میں اسے صحیح سمت کا پتہ چل جائے تو اگر اُس نماز کا وقت ابھی باقی ہے تو اسے چاہیئے کہ اُس نماز کو دوبارہ پڑھے لیکن اگر وقت نکل گیا ہو تو اس کی نماز صحیح ہے اور اسے دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

☆اگر کوئی شخص اپنی دانست میں قبلے کی طرف رخ کر کے کھڑا ہو لیکن نماز سے فارغ ہونے کے بعد اسے معلوم ہو کہ وہ قبلے سے ذرا سا دائیں یا بائیں منحرف تھا تو اس کی نماز صحیح ہے۔

☆اگر پوری کوشش کے باوجود انسان سمتِ قبلہ معلوم نہ کر سکے تو ایسی حالت میں وہ مجبور ہوتا ہے اور اُسے اختیار ہے کہ جس طرف چاہے رخ کر کے نماز پڑھ لے۔

اذان و اقامت

نماز سے پہلے اذان و اقامت کہنا مستحب ہے چاہے انسان با جماعت نماز پڑھ رہا ہو یا تنہا۔
البتہ عورتوں کیلئے نہ اذان ہے اور نہ اقامت۔

اذان دینے کا طریقہ یہ ہے

اَللّٰہُ اَکبر (اللہ اس بات سے بزرگ تر ہے کہ اس کی صفت بیان کی جاسکے)	چار مرتبہ
اَشھَدُ اَن لّا اِلٰہَ اِلّا اللّٰہ (میں گواہی دیتا / دیتی ہوں کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے)	دو مرتبہ
اَشھَدُ اَنَّ محمّداً رسولُ اللّٰہ (میں گواہی دیتا / دیتی ہوں کہ حضرت محمدؐ مصطفٰی اللہ کے رسول ہیں۔	دو مرتبہ
اَشھَدُ اَنَّ امیر المومنینَ وَ امامَ المتّقینَ علیاً وَلیُّ اللّٰہ وَصَیُّ رسولِ اللّٰہِ وَ خلیفتہُ بلا فَصل (میں گواہی دیتا / دیتی ہوں کہ مولا علیؑ مومنین کے سردار، متقین کے امام، اللہ کے ولی، رسولؐ اللہ کے وصی اور اُنؐ کے بلافصل خلیفہ ہیں۔)	دو مرتبہ
حَیَّ عَلَی الصلواۃ (نماز کیلئے جلدی آؤ)	دو مرتبہ
حَیَّ عَلَی الفَلاح (فلاح حاصل کرنے کیلئے جلدی آؤ)	دو مرتبہ

حَیَّ عَلٰی خَیرِ العَمَل (بہترین عمل کی طرف جلدی آؤ)	دومرتبہ
اللہ اکبر	دومرتبہ
لا اِلٰہ اِلّا اللہ	دومرتبہ

اقامت کہنے کا طریقہ یہ ہے

اللہ اکبر	دومرتبہ
اَشھَدُاَن لّا اِلٰہ اِلّا اللہ	دومرتبہ
اَشھَدُ اَنَّ محمداً رسولُ اللہ	دومرتبہ
اَشھَدُاَنَّ امیر المومنینَ وَ امامَ المتّقینَ علیاً وَلیُ اللہ	دو مرتبہ (ایک مرتبہ کہنا بھی کافی ہے)
حَیَّ عَلٰی الصلواۃ	دومرتبہ
حَیَّ عَلٰی الفَلاح	دومرتبہ
حَیَّ عَلٰی خَیرِ العَمَل	دومرتبہ
قَد قامَتِ الصَلٰوۃ (یقیناً نماز قائم ہوچکی)	دومرتبہ
اللہ اکبر	دومرتبہ
لا اِلٰہ اِلّا اللہ	ایک مرتبہ

جَہر اور اِخفات (زور سے اور آہستہ نماز پڑھنا)

بعض نمازیں وہ ہیں جنہیں زور سے پڑھنا ہوتا ہے اور بعض ایسی ہوتی ہیں جنہیں آہستہ

پڑھنا ہوتا ہے۔ اگر جان بوجھ کر زور سے پڑھنے والی نمازوں کو آہستہ اور آہستہ پڑھنے والی نمازوں کو پکار کر پڑھا جائے تو نماز باطل ہو جاتی ہے لہٰذا اس بات کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے۔

صبح کی نماز اور مغرب وعشاء کی نمازوں کی پہلی دو رکعات بلند آواز سے پڑھی جاتی ہیں۔ ظہر اور عصر کی تمام رکعات، مغرب کی تیسری رکعت اور عشاء کی آخری دو رکعات آہستہ آہستہ پڑھی جاتی ہیں۔ لیکن آہستہ پڑھی جانے والی نمازوں میں بھی "تکبیرۃ الاحرام" اور "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" بلند آواز میں پڑھنا لازمی ہے۔

نماز پڑھنے کی جگہ

نماز کی اہمیت کے باوجود نمازی کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ جہاں چاہے نماز پڑھنے کھڑا ہو جائے بلکہ اس کی کچھ شرائط ہیں:۔

ا۔ جس جگہ نماز پڑھنی ہو وہ جگہ کسی سے چھینی ہوئی نہ ہو۔

۲۔ ایسی جگہ نہ ہو جہاں انسان کو خطرہ ہو۔ مثلاً کمزور چھت کے نیچے یا کسی ایسی جگہ جہاں دشمنوں، چوروں، ڈاکوؤں، درندوں اور زہریلے جانوروں سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

۳۔ ایسی جگہ نہ ہو جو لوگوں کی گزرگاہ ہو (سڑکیں اور پگڈنڈیاں وغیرہ)۔

۴۔ ائمہؑ اطہار کی قبروں کے آگے یا برابر کھڑے ہو کر جو نماز پڑھی جائے گی وہ باطل ہوگی۔ بلکہ اُن کی قبروں کو سامنے رکھ کر نماز پڑھنا چاہیئے۔

۵۔ نماز پڑھنے کی جگہ اگر نجس ہو تو ایسی گیلی نہ ہو کہ اُس کی نمی بدن یا لباس تک پہنچ جائے۔

٦۔ اگر پیشانی رکھنے کی جگہ نجس ہو تو اگر چہ وہ خشک ہی کیوں نہ ہو وہاں نماز باطل ہوگی۔

٧۔ نمازی کے سجدے کی جگہ اس کے گھٹنے اور پاؤں کی جگہ سے چار انگلیوں سے زیادہ اونچی نہ ہو۔

٨۔ آٹھ مقامات پر نماز نہیں پڑھنا چاہیئے ۔ ١۔ کیچڑ میں ۔ ٢۔ حمام میں۔ ٣۔ قبرستان میں۔ ٤۔ ایسی جگہ جہاں چیونٹیاں بہت بڑی تعداد میں موجود ہوں۔ ٥۔ جس جگہ جانور باندھے جاتے ہوں۔ ٦۔ پانی بہنے کی جگہ میں۔ ٧۔ کھاری زمین پر۔ ٨۔ ایسے مقام پر جہاں برف ہی برف ہو۔

٩۔ اگر قبلے کی طرف کھلا ہوا قرآن موجود ہو تو اس حالت میں نماز نہیں پڑھنی چاہیئے ۔ ہاں اگر قرآن غلاف میں لپٹا ہوا ہو تو کوئی حرج نہیں۔

١٠۔ جس گھر میں کتا موجود ہو وہاں نماز نہ پڑھی جائے۔ البتہ اگر شکاری کتا ہو اور اس کے اور نمازی کے درمیان کوئی پردہ حائل ہو تو پھر نماز پڑھی جا سکتی ہے۔

نمازی کا لباس

١۔ کسی سے چھینا ہوا لباس پہن کر جو نماز پڑھی جائے گی وہ باطل ہوگی۔

٢۔ لباس کا پاک ہونا ضروری ہے۔

٣۔ مرد کیلئے خالص ریشم کا لباس یا سونے کی کوئی چیز پہن کر نماز پڑھنا حرام ہے۔ البتہ عورت ریشم کا لباس اور سونے کا زیور پہن کر نماز پڑھ سکتی ہے۔

٤۔ لوہے کی انگوٹھی اور گھڑی پہن کر نماز پڑھنا جائز نہیں بلکہ نماز پڑھتے وقت لوہے کی کوئی

بھی چیز ساتھ نہیں رکھنا چاہیئے۔

۵۔مرد کیلئے اپنا آگا پیچھا چھپانا واجب ہے اور بہتر ہے کہ ناف سے لیکر گھٹنوں تک چھپایا جائے۔ عورت کیلئے واجب ہے کہ پورے جسم کو مع بالوں کے چھپائے۔البتہ اسے چہرہ کھلا رکھنا چاہیئے اور ایسا باریک لباس پہن کر نماز نہیں پڑھنا چاہیئے جو اس کے بدن کو مکمل نہ ڈھانکتا ہو۔

پیش نماز کے احکام

مندرجہ ذیل قسم کے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے:۔

۱۔جو حلال زادہ نہ ہو۔۲۔جو ولایتِ امیر المومنین کی ولایت کی گواہی نہ دیتا ہو۔۳۔جسے جزام اور برص کی بیماری ہو۔۴۔بے وقوف ہو۔۵۔فاسق ہو۔۶۔جس کی ختنہ نہ ہوئی ہو۔ ۷۔جو اپنے پیچھے نماز پڑھنے والوں سے زیادہ عالم نہ ہو۔۸۔جو اہلبیتؑ کے دشمنوں پر تبرا نہ کرتا ہو۔۹۔جو اہلبیت کا دشمن ہو۔۱۰۔جس کو نماز پڑھنے والے پہچانتے نہ ہوں۔

وہ چیزیں جن سے نماز ٹوٹ جاتی ہے

۱۔پیشاب،پاخانہ یا ریح خارج ہو جانا۔

۲۔قہقہہ لگا کر ہنسنا۔البتہ صرف مسکرانے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔

۳۔نماز کے دوران کعبے سے منحرف ہو جانا۔

۴۔نماز کے دوران کسی شخص کی طرف متوجہ ہو جانا یا کسی سے بات کر لینا۔

۵۔نماز کے دوران نیند آجانا۔

۶۔ تکلیف سے کراہنا۔

وہ حالتیں جن میں نماز توڑ دینی چاہیئے

بعض صورتیں ایسی ہیں جن میں انسان کا فرض ہے کہ فوراً نماز توڑ دے اور بعد میں اس نماز کی قضا بجالائے:۔

۱۔ اگر کوئی شخص حالتِ نماز میں سانپ، بچھو یا کسی اور موزی جانور کو دیکھے تو اس کو چاہیئے کہ نماز توڑ دے اور پہلے اسے مارے۔

۲۔ اگر کوئی شخص نمازی کا سامان اٹھا کر بھاگ جائے یا وہ سامان کسی ایسی جگہ رکھا ہو جہاں اس کے ضائع ہوجانے کا اندیشہ ہو تو نمازی کو چاہیئے کہ نماز توڑ دے اور چور کے پیچھے بھاگے یا سامان کو کسی محفوظ مقام پر رکھے۔

۳۔ اگر انسان پر نیند کا غلبہ ہوجائے تو چاہیئے کہ نماز توڑ دے اور سوجائے۔

۴۔ اگر پیشاب یا پاخانہ آرہا ہو تو پہلے اس سے فارغ ہوجائے پھر نماز پڑھے چاہے اس دوران نماز کا وقت نکل ہی کیوں نہ جائے۔ پیشاب پاخانہ روک کر جو نماز پڑھی جائے گی وہ باطل ہوگی۔

۵۔ اگر نمازی پر کوئی چوپایہ حملہ کرے یا اس کا چوپایہ بھاگ جائے یا اس کے بھاگ جانے کا اندیشہ ہو یا کسی مصیبت میں پھنسنے کا خوف ہو تو اس کا فرض ہے کہ نماز توڑ دے اور پہلے خود کو مصیبت سے بچائے۔

۶۔ اگر ایک شخص نماز پڑھ رہا ہو اور دیکھے کہ ایک بچہ آگ کی طرف گھسٹتا ہوا جارہا ہے۔ یا

کسی جانور کو دیکھے کہ وہ گھر میں داخل ہو رہا ہے اور اندیشہ ہو کہ وہ گھر کے سامان کو توڑ پھوڑ دے گا تو اسے چاہیئے کہ نماز توڑ دے اور بچے کو آگ میں گرنے اور جانور کو توڑ پھوڑ کرنے سے باز رکھے۔

نماز کی رکعات

صبح:۔ دو رکعات۔ دونوں بلند آواز سے پڑھنی ہیں۔

ظہر:۔ چار رکعات۔ چاروں آہستہ پڑھنی ہیں۔

عصر:۔ چار رکعات۔ چاروں آہستہ پڑھنی ہیں۔

مغرب:۔ تین رکعات۔ پہلی دو رکعات بلند آواز سے اور آخری رکعت آہستہ پڑھنی ہے۔

عشاء:۔ چار رکعات۔ پہلی دو رکعات بلند آواز سے اور آخری دو رکعات آہستہ پڑھنی ہیں۔

طریقۂ نماز

قیام

قیام کا مطلب نماز کیلئے کھڑا ہونا ہے۔اس کا طریقہ یہ ہے کہ انسان قبلہ رخ ہو کر کھڑا ہو جائے۔اس سلسلے میں مرد اور عورت کے احکام میں فرق ہے۔

مرد جب کھڑا ہو تو:۔

۱۔بالکل سیدھا کھڑا ہو اور بدن میں کوئی خم نہ ہو۔اپنے کندھے سیدھے اور برابر رکھے۔

۲۔دونوں قدموں کو ملا کر کھڑا نہ ہو بلکہ دونوں کے درمیان چند انگلیوں کا اور زیادہ سے زیادہ ایک بالشت یا اس سے کچھ زیادہ فاصلہ رکھے۔

۳۔اپنے دونوں ہاتھ چھوڑ دے اور اپنی انگلیاں کھولے نہیں اور دونوں ہاتھ دو گھٹنوں کے مقابل اپنی رانوں پر رکھے اور اس کی نظر سجدے کی جگہ پر ہو۔

عورت جب کھڑی ہو تو:۔

۱۔مردوں کیطرح تن کر کھڑی نہ ہو بلکہ سکڑ کر کھڑی ہو۔

۲۔دونوں قدموں کو ملا کر رکھے۔

۳۔اپنے دونوں ہاتھ چھوڑے نہیں بلکہ انہیں ملا کر اپنی پستان کی جگہ پر رکھے۔

تکبیرۃ الاحرام

جب انسان نماز پڑھنے کھڑا ہو اور قیام مکمل کر لے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے چہرے تک

اٹھائے، اس طرح کہ دونوں ہتھیلیوں کا رخ قبلے کی طرف ہو اور اسی حالت میں نیت کرے اور فوراً "**اللہ اکبر**" کہکر ہاتھوں کو گرادے۔

اللہ اکبر بلند آواز سے کہا جاتا ہے اور اسے تکبیرۃ الاحرام کہتے ہیں۔ اگر کوئی شخص تکبیرۃ الاحرام کہنا بھول جائے تو اُس کی نماز باطل ہے۔ ایک مرتبہ تکبیر کہنا کافی ہے لیکن بہتر ہے کہ تین یا سات مرتبہ کہے۔

<u>عورت کو چاہیئے کہ تکبیرۃ الاحرام بلند آواز سے نہ کہے بلکہ آہستہ کہے۔</u>

<u>نیت</u>

نیت کا تعلق دل میں ارادہ کرنے سے ہے اور الفاظ کو زبان سے ادا کرنا ضروری نہیں۔ نماز کیلئے دل میں یہ نیت کرے:۔

"نیت کرتا / کرتی ہوں (مثلاً) نمازِ ظہر کی چار رکعت **واجب قربتہً الی اللہ**"۔

<u>یہ نیت اُس وقت کی جائے گی جب انسان بالغ ہو چکا ہو۔ نابالغ ہونے کی صورت میں "واجب" کی جگہ "مستحب" کہنا چاہیئے</u>۔ اگر انسان نفل نماز یا کوئی اور سنت نماز پڑھ رہا ہو اُس صورت میں بھی "واجب" کی جگہ "سنت" کہنا چاہیئے۔

<u>قراءت</u>

قراءت کے معنی ہیں پڑھنا۔ جب قیام مکمل ہو جائے اور انسان نیت کر کے تکبیرۃ الاحرام کہہ لے تو اس کے بعد سورۂ حمد کی تلاوت کرے۔ صبح، مغرب اور عشاء کی نمازوں میں پہلی دو رکعات بلند آواز سے پڑھنی ہوتی ہیں اسلئے قراءت بھی بلند آواز میں کرے۔ مغرب کی

تیسری رکعت، عشاء کی آخری دو رکعات اور ظہر اور عصر کی چاروں رکعات آہستہ پڑھنی ہوتی ہیں اسلئے قراءت بھی آہستہ کرے لیکن "**بسم اللہ الرحمن الرحیم**" ہر حالت میں پکار کر ہی پڑھنا ہے۔ البتہ <u>عورت تمام نمازیں مع "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" آہستہ پڑھے۔ اُس کیلئے جہر نہیں ہے۔</u>

سورۂ حمد پڑھنے کے بعد کوئی سا بھی سورہ پڑھے مثلاً **سورۂ انّا انزلنا یا سورۂ کوثر یا سورۂ قُل ھو اللہ**۔ لیکن دوسری رکعت میں سورۂ حمد کے بعد سورۂ قل ھو اللہ پڑھنا لازمی ہے۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ بغیر قراءت کے نماز نہیں ہوتی۔ اگر با جماعت نماز پڑھ رہا ہو تو سورۂ حمد کے بعد "**الحمد للہ ربّ العالمین**" کہنا چاہیئے اور "آمین" ہرگز نہیں کہنا چاہیئے۔

تیسری اور چوتھی رکعت میں صرف سورۂ حمد پڑھنا چاہیئے یعنی سورۂ حمد کے ساتھ کوئی اور سورہ نہ پڑھے۔ اور اگر بہت جلدی میں ہو تو سورۂ حمد کی بجائے صرف "**سُبحانَ اللہ وَالحمدُ لِلّٰہِ وَلا اِلٰہ الّا اللہ وَاللہ اکبر**" پڑھ لے لیکن عام حالات میں سورۂ حمد ہی پڑھنا چاہیئے۔

<u>رکوع</u>

نماز کا پہلا بڑا فریضہ رکوع ہے اور جو شخص رکوع کرنا بھول جائے تو اس پر نماز کا اعادہ واجب ہے۔ جب انسان حمد و سورہ کی قراءت کر چکے تو دونوں ہاتھ چہرے تک بلند کر کے "**اللہ**

اکبر" کہے اور پھر رکوع میں جائے۔ رکوع "جھکنے" کو کہتے ہیں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ انسان جھک کر اپنے دونوں گھٹنوں کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اندر کی طرف دبائے، اس طرح کہ اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ سے پہلے گھٹنوں پر رکھے۔ اپنی کمر کو تان کر بالکل سیدھا کر لے، اور گردن کو آگے بڑھا لے اور اس کے بعد "**سُبحانَ ربِّیَ العظیم وَبِحَمدِہ**" کہے۔ یہ ایک مرتبہ کہنا واجب ہے اور اس سے زائد کہنا مستحب ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ تین مرتبہ کہے۔ رکوع سے سر اٹھانے کے بعد انسان پر واجب ہے کہ ایک دم سجدے میں نہ چلا جائے بلکہ اپنا قیام پورا کرے یعنی جس حالت میں پہلے کھڑا تھا اُسی حالت پر واپس آ جائے اور ایک سانس کیلئے کھڑا رہے اور اس کے بعد "**سَمِعَ اللہ لِمَن حَمِدہ**" کہے اور دونوں ہاتھ چہرے تک بلند کر کے "**اللہ اکبر**" کہے اور اس کے بعد سجدے میں جائے، اس طرح کہ پہلے ہاتھ زمین پر رکھے اور گھٹنے بعد میں۔

<u>عورت کا رکوع یہ ہے کہ وہ اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں سے اوپر اپنی رانوں پر رکھے اور سجدے میں جاتے وقت ہاتھوں کے بل سجدے میں نہ جائے بلکہ گھٹنوں کے بل جائے اور انتہائی آہستگی کے ساتھ بیٹھے اور اپنے جسم کو نمایاں نہ ہونے دے۔</u>

قنوت

ہر نماز کی دوسری رکعت میں **سورۂ حمد** اور **سورۂ قُل ھُوَ اللہ** پڑھنے کے بعد دونوں ہاتھ چہرے تک بلند کر کے "اللہُ اکبر" کہے اور دونوں ہاتھوں کو اپنے چہرے کے سامنے دعا کے لئے پھیلا لے۔ اِس عمل کو "قنوت" کہتے ہیں۔ قنوت میں اتنا پڑھ لینا کافی

ہے **"اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا وَعَافِنَا وَاعْفُ عَنَّا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر"**۔ اس کے علاوہ قنوت میں انسان کوئی بھی دعا اپنی ہی زبان میں مانگ سکتا ہے۔ قنوت پڑھ لینے کے بعد چہرے تک دونوں ہاتھ لے جاکر **اللہ اکبر** کہے اور پھر سجدے میں جائے۔

سجدہ

اعضاءِ سجدہ سات ہیں۔ یعنی جسم کے وہ حصے جنھیں دوران سجدہ زمین پر رکھنا واجب ہے اور اگر ان میں سے ایک بھی حصہ زمین پر لگنے سے رہ گیا تو نماز باطل ہو جائے گی:۔

(۱) پیشانی۔ (۲ اور ۳) دونوں ہتھیلیاں۔ (۴ اور ۵) دونوں گھٹنے۔ (۶ اور ۷) دونوں پاؤں کے انگوٹھے۔ اعضاءِ سجدہ جنہیں زمین پر رکھنا واجب ہے یہی سات ہیں لیکن ناک کو زمین پر رکھنا ہمارے ائمہؑ کو بہت محبوب ہے اسلئے ناک زمین پر رکھنا اگرچہ واجب نہیں ہے لیکن محبت کے اعتبار سے اُتنا ہی اہم ہے جتنا دیگر اعضاءِ سجدہ کو زمین پر رکھنا۔ اِن آٹھ اعضاء کے علاوہ جسم کا کوئی اور حصہ مثلاً کہنیاں، سینہ اور پیٹ وغیرہ ہرگز زمین پر نہیں رکھنا چاہیئے۔ البتہ سجدۂ شکر جو مستحب سجدہ ہے، کرتے وقت کہنیاں، سینہ اور پیٹ زمین سے ملا دینا چاہیئے۔

بنیادی طور پر سجدہ مٹی پر ہوتا ہے۔ خاص طور پر خاکِ کربلا پر سجدہ کرنا انتہائی افضل ہے اور بے پناہ ثواب کا باعث ہے۔ لیکن اگر مٹی پر سجدہ کرنا ممکن نہ ہو تو چند دیگر اشیاء پر بھی سجدہ کیا جاسکتا ہے مثلاً:۔

ا۔ پکی اینٹ پر۔۲۔گھاس پر، بشرطیکہ سجدہ کرتے وقت پیشانی زمین تک پہنچ جائے۔۳۔ کاغذ پر، بشرطیکہ اُس پر کچھ لکھا ہوا نہ ہو۔۴۔ تارکول پر۔ ۵۔ اپنے ہاتھ کی پُشت پر۔۶۔لکڑی پر۔۷۔کسی ایسے پتے پر جسے کھایا نہ جاتا ہو۔ان کے علاوہ کسی اور چیز پر سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔

سجدہ کرنے کا طریقہ مرد کیلئے اور ہے اور عورت کیلئے اور ہے۔ان دونوں میں جو فرق ہے وہ ہم بیان کریں گے۔

سجدہ کرنے والے کا فرض ہے کہ سجدہ کرتے وقت دونوں گھٹنے ایک ساتھ رکھے اور ہاتھ اس طرح پھیلائے جیسے درندہ پھیلاتا ہے۔اور کہنیوں کو گھٹنوں پر نہ رکھے اور نہ زانو پر بلکہ کہنیوں کو تھوڑا سا پھیلالے اور گھٹنوں سے نہ ملائے اور نہ اپنے چہرے کے قریب رکھے۔ اور ہاتھ کندھوں کے برابر ہوں اور گھٹنوں کے سامنے نہ ہوں بلکہ کچھ ہٹے ہوئے ہوں۔اور انہیں زمین پر پھیلالے اور اُن کی گرفت اپنی طرف رکھے۔اور سجدے میں اپنی اُنگلیاں نہ کھولے بلکہ ان کو ملائے رکھے۔

<u>مرد جب سجدہ کرے تو وہ پھیل جائے۔</u>

<u>عورت جب سجدہ کرے تو وہ سُکڑ جائے۔دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر رکھے اور اعضاء کو ملالے۔</u>

ہر رکعت میں دو سجدے کرنے ہوتے ہیں۔سجدے کے دوران **"سُبحَانَ رَبِّیَ الاَعلیٰ وَبِحمدہ"** ایک مرتبہ پڑھنا واجب اور اس سے زائد بار پڑھنا مستحب ہے

لیکن بہتر ہے کہ تین بار پڑھے۔ انسان سجدے کے دوران دنیا و آخرت کیلئے کوئی بھی دعا کسی بھی زبان میں کرسکتا ہے چاہے وہ نماز واجب ہو یا نماز مستحب۔

جب پہلے سجدے سے سر اٹھا کر بیٹھے تو دوسرے سجدے میں جانے سے پیشتر استغفر اللّٰہ ربی و اتوب الیہ پڑھے اور تکبیر کہہ کر دوسرے سجدے میں جائے۔

قعود (بیٹھنا)

انسان جب بیٹھے تو اپنے دونوں زانو زمین سے ملا دے اور ان کے درمیان کچھ فاصلہ دے۔ اُس کے بائیں قدم کی پُشت زمین پر ہو اور دائیں قدم کی پُشت بائیں قدم کے تلوے سے مل جائے اور اُس کے کولہے زمین پر ہوں اور دائیں پاؤں کا انگوٹھا زمین سے ملا ہوا ہو اور اپنے قدموں پر ہرگز نہ بیٹھے۔ جب اُٹھے تو اپنی ہتھیلیوں کے سہارے پر اُٹھے اور کہے۔ **"بِحَوْلِ اللّٰهِ وَ قُوَّتِهٖ اَقُوْمُ وَاَقْعُدُ"۔**

عورت جب بیٹھے تو دونوں زانو ملالے اور اُس کے گھٹنے زمین سے اُٹھے ہوئے ہوں (یعنی اپنے قدموں پر بیٹھے)۔ اور جب اٹھے تو (ہتھیلیوں کے سہارے نہیں بلکہ) گھٹنوں کے بل اٹھے اور ہلکے سے اُٹھے، اپنا پچھلا حصہ پہلے نہ اٹھائے۔

تشہد

تشہد کے معنی ہیں گواہی دینا۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ نے ہمیں تین گواہیاں دینے پر مامور کیا ہے اور جب بھی اور جس مقام پر بھی ہم گواہی دیں گے تو تین ہی گواہیاں دیں گے، اس سے کم نہیں اور جس طرح کلمہ، اذان اور اقامت میں تین گواہیاں دینا واجب ہے اُسی

طرح تشہد نماز میں بھی تین گواہیاں دینا واجب ہے اور ان میں سے کسی گواہی کو بھی جان بوجھ کر یا بغیر کسی عذر کے ترک کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔

تشہد ہر نماز کی دو رکعات مکمل کر کے اور آخری رکعت کے بعد پڑھا جاتا ہے۔ اس طرح صبح کی نماز میں تشہد ایک مرتبہ اور باقی نمازوں میں دو مرتبہ پڑھا جاتا ہے۔ دوسری رکعت کا دوسرا سجدہ اور آخری رکعت کا دوسرا سجدہ کر کے جب انسان بیٹھے تو اس طرح تشہد پڑھے:۔

"اَشْهَدُ اَن لّا اِلٰهَ اِلّا اللهُ وَحدَهُ لا شَرِيكَ لَهُ وَ اَشهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبدُهُ وَ رَسُولُهُ وَ اَشهَدُ اَنَّ اَمِيرَ المومنِينَ وَ اِمامَ المُتَّقِينَ علياً ولِيُّ اللهِ و اَولادَهُ المَعصومِينَ حُجَجَ اللهِ و اَولِياءَ اللهِ اَللّٰهُمَّ صلِّ علىٰ محمدٍ وَّ آلِ محمد"۔

یہ واضح رہے کہ تشہد کے آخر میں محمدؐ و آل محمدؐ پر درود بھیجنا واجب ہے اور جان بوجھ کر اسے ترک کر دینے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔

سلام

جب آخری رکعت پڑھنے کے بعد نماز مکمل کرنا چاہے تو تشہد کے بعد سلام پڑھے کیونکہ سلام پر ہی نماز کا خاتمہ ہوتا ہے اور سلام پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان کہے:۔

"اَلسَّلامُ عَلَيكَ اَيُّهَا النَّبِىُّ وَرَحمَةُ اللهِ وَبَرَكاتُهُ۔ اَلسَّلامُ عَلَى الاَئِمَّةِ الرّاشِدِينَ المَهدِيِّين۔ اَلسَّلامُ عَلَينا وَعَلٰى عِبادِ

اللہِ الصّالحین۔ اَلسّلامُ علیکُم وَ رَحمتہ اللہِ وَبَرَکاتہ'۔"

سلام پڑھنے کے بعد تین مرتبہ کانوں تک ہاتھ اُٹھا کر **"اللـــہ اکبـر"** کہے۔ یہ نماز کا خاتمہ ہے۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ تینوں مرتبہ اللہُ اکبر کہتے وقت کانوں تک ہاتھ اُٹھانا ضروری ہے۔ بعض لوگ جو ہاتھوں کو رانوں پر رکھے رکھے ہلاتے ہیں تو یہ طریقہ غلط ہے۔

نمازِ جمعہ وعیدَین

نمازِ جمعہ اور دونوں عیدوں کی نمازیں واجب ہیں۔ لیکن ہمارے امامِ زمانہ کی غیبت کے دوران یہ دونوں نمازیں ساقط ہیں کیونکہ اِن دونوں نمازوں کی پہلی شرط امامؑ کی ظاہری حکومت ہونا ہے جس کی عدم موجودگی میں یہ نمازیں پڑھنا امامؑ کے حق پر ڈاکہ ڈالنا اور اللہ کی صریح نافرمانی کرنا ہے۔ یہ دونوں نمازیں پڑھانے اور خطبہ دینے کا حق صرف امامِ وقت کو پہنچتا ہے۔ اسی لئے ہمارے چوتھے امامؑ نے اُن تمام لوگوں پر لعنت بھیجی ہے:۔

۱۔ جو امامؑ کی جگہ خود اپنی مرضی سے یہ نمازیں پڑھانے کھڑے ہو جائیں۔

۲۔ جو ایسے لوگوں کے پیچھے یہ نمازیں پڑھتے ہوں۔

۳۔ یا جو لوگ نہ یہ نمازیں پڑھاتے ہوں اور نہ پڑھتے ہوں مگر پڑھنے اور پڑھانے والوں سے راضی ہوں۔

۷۳

تفہیمِ نماز

اب تک ہم نے آپ کیلئے نماز کے مختلف احکام اور اس کے مختلف ارکان کے بجالانے کے طریقے بیان کئے۔ اب ہم انتہائی اختصار کے ساتھ یہ بیان کرتے ہیں کہ نماز کی حقیقت کیا ہے۔ اس سلسلے میں مختصر ترین بات جو آپ کو ہمیشہ اپنے ذہن میں رکھنی ہے وہ یہ ہے کہ نماز سوائے ولایتِ امیرؑ المومنین کے اور کچھ بھی نہیں۔ جیسا کہ آنجنابؑ نے خود ارشاد فرمایا۔ "**انا الصلوٰۃ المومن**" یعنی مومن کی نماز میں ہوں۔ اب ہم نماز سے متعلق ایک ایک چیز پر مختصر طور پر گفتگو کرتے ہیں۔

اذان اور اقامت

جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ اذان و اقامت کہتے وقت نماز کو تین ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ صلوٰۃ، فلاح اور خیرالعمل۔ آپ جانتے ہوں گے کہ میدانِ غدیر میں جب لوگوں کو ولایتِ علیؑ کی طرف بلایا گیا تھا تو انہیں "**حَیَّ علیٰ خیرالعمل**" کہکر آواز دی گئی تھی۔ معلوم ہوا کہ "خیرالعمل" ولایتِ علیؑ ہے۔ اور یہی خیرالعمل نماز کا بھی نام ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز اور ولایتِ علیؑ ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ اسی لئے جنابِ امیرؑ المومنین نے فرمایا۔ "جس نے میری ولایت کو قائم کیا اُس نے ضرور ضرور نماز کو قائم کیا"۔ نیز آپؑ نے فرمایا۔ "میں ہی حی علی الصلوٰۃ ہوں، میں ہی حی علی الفلاح ہوں، اور میں ہی حی علیٰ خیرالعمل ہوں"۔

دوسری بات جس پر غور کرنا ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ جب آپ اقامت کہتے ہیں تو یہ جملہ ادا کرتے ہیں۔ **"قد قامتہ الصلوٰۃ"**۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ "یقیناً نماز قائم ہوچکی"۔ حالانکہ ابھی تک آپ نے نہ تو نیت کی ہوتی ہے، نہ تکبیرۃ الاحرام کہی ہوتی ہے اور نہ نماز پڑھی ہوتی ہے۔ سوچنا چاہیے کہ جب کچھ کیا ہی نہیں تو نماز کیسے قائم ہوگئی؟۔ سمجھ لینا چاہیے کہ جیسے ہی اقامت میں آپ نے ولایتِ امیر المومنینؑ کی گواہی دی تو اُسی وقت نماز قائم ہوگئی اور اُس کے بعد جو کچھ کیا جاتا ہے وہ فقط تعمیلِ حکم ہے۔

کعبے کیطرف رُخ کرنا

کعبہ پتھروں اور سیمنٹ سے بنا ہوا ایک حُجرہ ہے جسے بیت اللہ یعنی اللہ کا گھر کہا جاتا ہے۔ "گھر" کیلیے عربی میں دو الفاظ ہیں۔ "دار" اور "بیت"۔ "دار" ہر عمارت کیلیے استعمال کیا جاسکتا ہے لیکن "بیت" اُس مکان کو کہتے ہیں جس میں کسی نے تین راتیں گزاری ہوں۔ آپ اس بات پر غور فرمائیں کہ اللہ تو لامکان ہے۔ اُس کیلیے تو کسی گھر کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ پھر وہ کون ہے جس نے کعبے میں تین راتیں گزاری ہیں جس کی وجہ سے اسے بیت کہا جاتا ہے۔ تاریخ کعبہ گواہ ہے کہ جس گھر کو اللہ اپنا گھر کہتا ہے اُس میں اگر کسی نے تین راتیں گزاری ہیں تو وہ سوائے میرے مولا امیر المومنینؑ اور اُن کی والدۂ ماجدہ جناب فاطمہؑ بنتِ اسد کے کوئی ایک بھی نہیں۔ پس کعبہ اللہ کا گھر نہیں ہے کیونکہ وہ زمان و مکان سے بالاتر ہے۔ بلکہ یہ میرے مولا علیؑ کا گھر ہے اور نماز کے وقت کعبے کیطرف رُخ کرانے سے اللہ کا منشاء یہی ہے کہ دورانِ نماز انسان کے ذہن میں مولا علیؑ کا تصور رہے۔

مکمّل توجّہ (خضوع وخشوع)

توجہ "وجہ" سے بنا ہے اور "وجہ" کے معنی ہیں "چہرہ"۔ اگر کوئی کسی سے بات کرے اور اپنا چہرہ کسی اور طرف پھیرے رہے تو اسے انتہائی بدتمیزی اور بداخلاقی سمجھا جاتا ہے۔ اسی لئے جب ہم کسی سے بات کرتے ہیں تو اُس کے چہرے کی طرف رخ کرکے بات کرتے ہیں۔ اسی عمل کو توجہ کہتے ہیں جس کے معنی ہیں "کسی کے چہرے کے مقابل اپنا چہرہ لانا"۔ نماز میں بھی ہم اللہ سے بات کرتے ہیں اور اس کیلئے لازم ہے کہ ہم اپنا چہرہ اللہ کے چہرے کے مقابل کئے رہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ "وجہ اللہ" یعنی اللہ کا چہرہ میرا مولا علیؑ ہے اور جب تک اس مقدس ذات کی طرف انسان کی توجہ نہ ہو تو وہ بارگاہِ خداوندی میں گستاخ اور بےادب ٹھہرے گا اور اُس کی نماز اُس کے منھ پر ماردی جائے گی۔

نیت

جب آپ نماز کی نیت کرتے ہیں تو "**قُربَتہً اِلَی اللہ**" کہتے ہیں۔ اس کے معنی ہیں "اللہ سے قریب ہونے کیلئے"۔ یعنی آپ یہ نیت کرتے ہیں کہ آپ نماز اس لئے پڑھ رہے ہیں تا کہ آپ اللہ سے قریب ہوجائیں۔ ہر شخص اس بات سے واقف ہے کہ قریب ہونے یا دور ہونے کیلئے کسی نہ کسی مقام اور کسی نہ کسی جگہ کا ہونا ضروری ہے جبکہ اللہ تعالٰی لامکان ہے اور اس کیلئے کسی جگہ یا مقام کا تعیّن کرنا کفر ہے۔ پس نماز کی نیت کرنے سے پہلے یہ سوچنا اور طے کرنا لازم ہے کہ اللہ کا مقام کیا ہے جس سے قریب ہونے کیلئے ہم نماز پڑھ رہے ہیں۔ اگر آپ زیارتِ جامعہ پڑھیں تو اس میں صاف صاف لکھا ہوا ہے کہ اللہ کے

مقام سے مراد ہمارے بارہ امامؑ ہیں اور اسی کی وضاحت کرتے ہوئے امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں۔ ''واللہ آسمان میں ملائکہ کی ستر صفیں ہیں۔ اگر تمام اہل زمین جمع ہوکر شمار کرنا چاہیں تو شمار نہیں کرسکتے۔ یہ سب تقرب حاصل کرتے ہیں ہماری ولایت سے''۔ لہٰذا **''قربۃ الی اللہ''** کا مطلب ہے اپنے امامِ زمانہ کا تقرب حاصل کرنا۔ پس جس شخص کی نماز اُسے اہلبیتؑ سے قریب کرے تو یقیناً اس کی نماز حقیقی اور بامعنی نماز ہے اور جس شخص کی نماز اُسے اہلبیتؑ سے دور کرے یا غافل کرے تو ایسی نماز باعث جہنم ہے۔

قیام

قیام سے مراد خود کو یہ یاد دہانی کرانا ہے کہ ہمارے امامؑ زمانہ جب ظہور فرمائیں گے تو قیام فرمائیں گے اور کافروں اور منافقوں سے جہاد کریں گے۔ قیامِ نماز کا مقصد یہ ہے کہ ہم جہاد کی تیاری کا اعلان کریں اور اپنے امامؑ کو اپنی آمادگی کا یقین دلائیں۔

قراءت

''صلوٰۃ'' کے معنی ہیں ''دعا''۔ لیکن اگر ہم غور کریں تو نماز کے تمام واجب ارکان میں ایک یہی رکن ہے جس میں ہم دعا مانگتے ہیں۔ اور دعا یہ ہوتی ہے کہ **''اھدنا الصراط المستقیم''**۔ یعنی پروردگار! ہمیں صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رکھ۔ اور تمام تفاسیرِ اہلبیتؑ سے ثابت ہے کہ ''صراطِ مستقیم'' سے مراد ولایت علیؑ ہے۔

رکوع

قیام کے وقت ہم کھڑے ہوتے ہیں اور سجدے کے وقت ہم زمین سے لگے ہوئے ہوتے ہیں۔ رکوع اِن دونوں حالتوں کے درمیان ایک درمیانی حالت کا نام ہے۔ اہلبیتؑ اطہار کو بھی قرآن نے "**اُمّتِ وُسطیٰ**" کہا ہے یعنی یہ پاک ہستیاں خالق و مخلوق کے درمیان وسیلہ و واسطہ ہیں۔ رکوع درحقیقت انہی کی یاد دلاتا ہے۔

سجدہ

کون مومن ہے جو سجدہ کرے اور اُسے کربلا میں حسینِ مظلوم کا آخری سجدہ یاد نہ آئے؟۔ یہ یاد آنا بتاتا ہے کہ ہمارے سجدوں کی روح اور حقیقت اُسی سجدۂ آخر کو یاد کرتا ہے جس نے رہتی دنیا تک توحید کو بچالیا۔ ہماری جانیں قربان ہوں اُس شہیدِ کربلا اور قتیلِ نینوا پر!

ہم نے انتہائی اختصار کے ساتھ یہ باتیں آپ تک پہنچائی ہیں۔ تفصیل کیلئے ہماری کتاب "کشف المسائل" کا مطالعہ فرمایا جائے۔ میں بارگاہِ حضرتِ صاحبؑ الزمان میں دعا کرتا ہوں کہ وہ میری اِس حقیر خدمت کو قبول فرمائیں اور اسے میری قوم کے نونہالوں کیلئے مفید بنائیں تاکہ وہ آگے چل کر اُنؑ کے مومن بنیں اور اُن کی نصرت کریں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ تمام مومنین و مومنات شیطانی وسوسوں سے محفوظ رہیں اور منافقین کے پھیلائے ہوئے شکوک و شبہات اُن کے پائے ثبات میں لغزش پیدا نہ کرسکیں۔ آمین ثم آمین۔

یہ کتاب "کشف الصلوٰۃ" آج مورخہ ۱۱/اگست ۲۰۰۶ء مطابق ۱۵/رجب ۱۴۲۷ھ بروز

جمعہ بوقت ۵ بجے شام بتوفیقِ خدائے لم یزال اور بتائید و امدادِ حضرتِ صاحب الزمانؑ پایۂ تکمیل کو پہنچی۔

الحمدُ للہ ربّ العالمین وَ الصلوٰۃُ وَ السلامُ علیٰ خاتَمَ النبیّین و آلہ الطَیّبین الطّاھرین المعصومین المظلومین وَ لَعنتُہ اللہ علیٰ اَعداءِ ھم اجمعین مِن یومِنا ھٰذا الیٰ یومِ الدین:۔

تحفہ یا علیؑ مدد